رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

دین کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔
الہام حضرت مسیح موعود

مضامین بنام ایڈیٹر
کاروباری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہو

الفضل

ایڈیٹر:- غلام نبی * اسسٹنٹ:- مہر محمد خان

نمبر ۹ | مورخہ ۵-۹- اگست سنہ ۱۹۲۰ء | مطابق ۱۹/۲۳ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۸ھ | جلد ۸

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے بخیریت مری سالم پہنچنے کی اطلاع موصول ہوگئی۔ حضور کے ساتھ حسب ذیل اصحاب ہیں۔ (۱) مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے۔ (۲) ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب (۳) مولوی محمد اسمٰعیل صاحب (۴) صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب (۵) سید ولی اللہ شاہ صاحب

بروز جمعہ (۶) اگست) حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ہاں خدا کے فضل و کرم سے چوتھا لڑکا تولد ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ مبارک کرے اور مقدس خاندان کے برکات کا وارث بنائے +

گذشتہ چند دنوں میں بارش بہت کثرت سے ہوئی۔ جس سے کئی ایک مکانات کو نقصان پہونچا۔

خطبہ جمعہ مولانا سید سرور شاہ صاحب نے پڑھا جس میں جماعت کو ...

امریکہ میں اشاعت احمدیت

مفتی صاحب کی تازہ چٹھی

دو اور نو احمدی

شکریہ پیشتر اسکے کہ یہاں کے کام کی رپورٹ لکھی جائے میں ان تمام اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے عاجز کے رد کا جانے کی خبر سنکر عاجز کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا۔ اور اخباروں میں تائیدی مضامین لکھے اور امریکن حکام کی اس حرکت کے خلاف جلسے کر کے ریزولیوشن پاس کئے۔ اگرچہ ان مضامین کے یہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی مجھے داخلہ کی اجازت ملگئی تھی۔ اخبارات الفضل۔ الحکم۔ بدر اور فاروق تو ابھی ہی میں آئے حال الفضل اور نور کے سوا اور کوئی میرے پاس نہیں آیا۔ مگر امید ہے۔ کہ اوروں نے بھی مضامین لکھے ہونگے۔ اخبارات ہمدم اور وکیل کے مضامین لکھنے کی خبر ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔

اہل پیغام توجہ کریں یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب اور انکے رفقاء نے بھی ایسے جلسہ میں حصہ لیا۔ اور ریزولیوشن پاس کیا انکا بھی شکریہ ہے۔ اور اخبار پیغام میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس مصرع کو کہ۔ ع

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولیٰ سے گندوں کو

اس عاجز پر چسپاں کر کے میرے رو کے جانے کی اصلی وجہ یہ ظاہر کی گئی ہے۔ کہ قابل نصرت نہ تھا۔ اس ذاتی حملے کے جواب میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ ہاں صاحبان پیغام کو اسطرف ضرور توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ ...

کی دُعاؤں سے اور خلافت کے برکات نے یہ کرامت دکھائی کہ مجھ جیسے نالائق اور مقبول آپ کے ایک گندے کو بھی آخر نصرت مل ہی گئی۔ اور آپ نے بھی مشاہدہ کر لیا۔ تو آپ جیسے لائق اور بجیال خود پاک اگر اپنے آپ کو برکات خلافت کے ساتھ وابستہ کر دیتے۔ تو کن درجات پر پہنچ جاتے۔ اب بھی وقت ہے۔ صبح کا بھولا شام کو آ جائے۔ تب بھی بھولا نہیں۔ غور کرو۔ بے گانگی اور مخالفت کو چھوڑ دو بیگانوں سے کچھ حاصل نہیں۔ اپنوں میں آ کر مل جاؤ تو خدا تمہیں بہت برکت اور عزت دیگا۔ خلافت کی صداقت اب تو سُورج کی طرح چمک رہی ہے اس کی برکتیں دن بدن نمایاں ہو رہی ہیں۔ محمود کی دُعا اور توجہ نے وہ کرشمہ دکھایا کہ جو آپ کی رائے میں گندا تھا۔ اس کو بھی نصرت مل گئی۔ تو اس خارق عادت سے بڑھ کر اور کیا کرامت آپ دیکھنا چاہتے ہیں۔ محمود کے بعد اب اور کس کا انتظار ہے ٭

صاحب پریزیڈنٹ فرانس سے شکریہ صاحب پریزیڈنٹ فرانس مسٹر پال ڈسچانیل کے چلتی ٹرین سے گرنے کا قصہ ناظرین نے اخباروں میں پڑھا ہو گا۔ اس پر عاجز نے انہیں یہاں کے احمدیوں کی طرف سے ہمدردی کا خط لکھا۔ اور ساتھ چند کتب سلسلہ روانہ کیں۔ جن کا شکریہ مسٹر ڈسچانیل نے اپنے ہاتھ سے لکھے اپنے جیبی کارڈ پر لکھ کر عاجز کو بھیجا ہے ٭

ایک جوشیلا ترک احمدی مسٹر محمد گاد ترک جو امریکن فوج میں ملازم ہیں۔ اور سلسلہ حقہ احمدیہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ فوج میں امریکن لوگوں کو تبلیغ کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں۔ لوگ بہت مخالفت کرتے ہیں۔ اور ہنسی کرتے ہیں۔ ... مگر میں سب کو پیغام پہنچا رہا ہوں۔ اور آپ کا ایڈریس دے رہا ہوں۔ ممکن ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو ہدایت دے کم از کم آپ کے حالات تبلیغی سنکر سب لوگ آپ کی عزت کرنے لگ گئے ہیں۔ اور تعظیم سے آپ کا نام لیتے ہیں

بہت منافع پر جرمانہ اس ملک کے قانون کے مطابق حد سے بڑھکر منافع لینا بھی قانوناً جرم ہے۔ ایک مشہور تاجر گمبل نام کے ہاں رعایتی قیمت کا اعلان تھا۔ جس میں پولیس نے ایک کوٹ جس کی لاگت ۱/۲ ۵ ڈالر تھی۔ بیس ڈالر میں فروخت ہوتا ہوا پکڑا۔ اور گمبل صاحب پر مقدمہ چلایا جا رہا ہے۔

گرانی یہاں گرانی تاحال بڑھ رہی ہے۔ گذشتہ بدھ کو ہمارے شیر فروش کا مطبوعہ اعلان آیا تھا کہ یکم جولائی سے دُودھ کی قیمت اور بڑھائی جائیگی۔

بعض روزانہ اخباروں نے اسی ہفتے میں قیمت بڑھا دی ہے۔ کاغذ کی بہت قلت ہے۔ اور ہر شے کی قیمت بڑھ رہی ہے۔ جس کی کئی وجوہات بیان کی جاتی ہیں۔ ایک یہ ہے۔ کہ امریکن گورنمنٹ یورپ کے تباہ شدہ علاقوں کی امداد کے واسطے بہت سی خوراک وہاں بھیج رہی ہے۔ خوراک کی کمی کے سبب اشیائے خوردنی کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ اور اس کا اثر مزدوروں کی مزدوری پر پڑ کر ہر چیز گراں ہوتی جاتی ہے۔ لنڈن میں ہماری خادمہ ایک پونڈ خشک لیتی ہے۔ کھانا اپنا کھاتی ہے۔ یہاں پہلے میں جس مکان میں رہتا تھا۔ وہاں ایک خادمہ صرف آٹھ گھنٹے روزانہ کام کرتی تھی۔ علاوہ خوراک چار پونڈ ہفتہ میں لیتی تھی۔ میں نے تاحال کھانے کے واسطے کوئی خادمہ اسی واسطے نہیں رکھی۔ مکان کی صفائی کے واسطے ہے۔ جو تھوڑے وقت کے لئے آتی ہے۔ کھانا ہوٹل میں کھاتا ہوں۔ یا کبھی کچھ چائے انڈا خود ہی پکا لیتا ہوں۔ گو مجھے پکانا نہیں آتا۔ مکرمی قاضی عبداللہ صاحب ایسے کاموں میں بھی ہوشیار تھے۔ ضرورت پڑے پر وہ نہ صرف اپنے لئے بلکہ میرے لئے بھی کچھ طیار کر لیتے تھے۔ یہاں ایک تاتاری جوان احمدی ہو گئے ہیں۔ وہ کبھی کبھی کچھ پکا کر دے جاتے ہیں۔ بڑے مخلص آدمی ہیں۔ ایجنٹی کا کام کرتے ہیں۔ اصل باشندے روس کے تھے۔ اب امریکن ہیں۔ نام مسٹر جیمز صادق ہے ٭

دو نئے احمدی اللہ پاک سے توفیق اور ہدایت پاکر دو شخص سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ ایک صاحب عرب ہیں۔ اور اس ملک میں حلویات کی تجارت کرتے ہیں۔ سیریا کے ایک معزز خاندان کے ممبر اور عالم شخص ہیں۔ آپ کا اسم شریف عبدالرحمٰن القادر ہے۔ شہر ڈیٹرائٹ میں رہتے ہیں۔ جو ریاست انڈیانا میں ہے۔ بذریعہ خط وکتابت سلسلہ کے حالات ان کو معلوم ہوئے۔ اور بذریعہ خط کے داخل سلسلہ ہوئے۔ دوسری ایک معزز لیڈی ہیں بنام مسز نیاگ ہیں۔ جو ایک عرصہ سے اسلام قبول کئے ہوئے ہیں۔ مگر اسلامی شعار سے بہت واقفیت نہیں۔ ان کا اسلامی نام صدیقہ ہے۔ پہلے خط وکتابت کے ذریعہ سے انکو سلسلہ حقہ کا حال معلوم ہوا۔ بعد میں ڈیٹرائٹ میں ملاقات ہوئی۔ ان کا وطن ... میں ہے۔ جہاں اس کے والد مقیم ہیں۔ مگر بسبب اختلاف مذہبی وہاں کے لوگ انکو اچھا نہیں سمجھتے۔

عربی اخبار میں مضمون عاجز کے سفر ڈیٹرائٹ اور لیکچر کے حالات ایک عربی اخبار میں شایع ہوئے ہیں جس کا نام البیان ہے اس کا پرچہ بحضور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بھیجا گیا ہے۔

۲ جولائی ۱۹۲۰ء خادم محمد صادق عفا اللہ عنہ ٭

اخبارِ احمدیہ

جماعت احمدیہ سیلون کے سکرٹری کی بریت اُمید ہے یہ خبر نہایت خوشی کے ساتھ سُنی جائیگی۔ کہ جماعت احمدیہ سیلون کے سکرٹری صاحب اور دو احمدیوں کو جنہیں مخالفین نے ایک قتل کے مقدمہ میں پھنسا دیا تھا۔ بری ہو گئے۔ الحمد للہ علی ذالک ٭

لاہور میں ہمارے ایک قابل احمدی بیرسٹر ہمارے معزز دوست چودہری ظفر اللہ خان صاحب بیرسٹر ایٹ لا و امیر جماعت احمدیہ لاہور کے نام نامی کر میرا خیال ہے۔ اکثر احمدی احباب واقف ہونگے۔ پہلے وہ وکالت کا کام بہت کم کیا کرتے تھے۔ لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے باقاعدہ وکالت کا کام شروع کر دیا ہے چونکہ ہماری جماعت کے عام لوگوں کو اس امر کی خبر نہیں ہے۔ اس لئے بذریعہ اعلان مطلع کیا جاتا ہے کہ جس احمدی بھائی کو کسی مقدمہ کے لئے وکیل کی ضرورت ہو۔ وہ انکی خدمات حاصل کریں۔ امید ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دار الامان - ۵ اگست ۱۹۲۰ء

غیر مبایعین اور عدم تعاون

چند دن ہوئے۔ غیر مبائعین نے پیغام بلڈنگس میں خاص اہتمام سے ایک جلسہ منعقد کیا جسمیں مولوی صدر الدین صاحب نے اپنے دوست مسٹر ظفر علی کی صدارت میں خلافت ٹرکی کے متعلق لیکچر دیا۔ اگرچہ اس لیکچر کا خلاصہ اور لب لباب دوسرے اخباروں میں شائع ہو چکا تہا۔ لیکن چونکہ پیغام مفصل شائع کر رہا تھا۔ اس لئے ہم اس پر اظہار خیالات کے لئے تمام تقریر کے شائع ہو جانے کے منتظر رہے۔ اب جبکہ پیغام نے اس سلسلہ تقریر کو ختم کر دیا ہے۔ ہم اس کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

سب سے اول ہم اس بات پر افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ پیغام نے باوجود اس طول طویل اور بے سروپا تقریر سے اپنے کئی صفحات سیاہ کرنے کے نہ صرف وہ کئی ایک باتیں درج نہیں کیں۔ جنہیں مولوی صدر الدین صاحب نے بڑے فخر اور جوش سے بیان کیا تہا۔ بلکہ ایک خاص بات جو شائع بھی ہو چکی ہے اُسے بھی درج نہیں کیا۔ چنانچہ ۲۲ جولائی کے اخبار وکیل میں مولوی صدر الدین صاحب کی تقریر کا جو خلاصہ شائع ہوا۔ اسمیں لکھا ہے۔ کہ انہوں نے کہا:۔

"میری خواہش صرف یہ ہے کہ بمبئی خلافت کمیٹی جو طریق عمل پاس کرے۔ اسپر کاربند ہو جائیں۔ مثلاً وہ اگر ہمیں اب عدم تعاون (گورنمنٹ سے قطع تعلقات) کا سبق سکھائیں۔ تو ہمیں چاہیئے کہ اسپر کاربند ہو جائیں"

لیکن پیغام نے اس بات کا کہیں ذکر تک نہیں کیا۔ کیوں؟ کیا اسلئے کہ ان الفاظ کو صرف ہوا میں اڑا دینا منظور تھا اور ان پر عمل پیرا ہونا تو الگ رہا۔ انہیں تحریر میں لانا بھی گوارا نہیں تھا۔ اگر یہ بات ہے۔ تو تف ہے ایسے شخص پر جو کہنے کو تو کہتا ہے۔ اور علی الاعلان اس مجمع کو جو بقول پیغام تین ہزار سے زائد کا تہا۔ کہتا ہے۔ کہ بمبئی خلافت کمیٹی جو طریق عمل بھی پاس کرے۔ اسپر کاربند ہو جانا چاہیئے۔ لیکن خود اسپر عمل کر کے دکھانا چھوڑ کر ان الفاظ کو اپنے اخبار میں شائع کرنے کی بھی اجازت دینے کی جرأت نہیں کرتا۔ لم تقولون ما لا تفعلون کے ارشاد الٰہی کی اس سے بڑھکر بے قدری اور خلاف ورزی اور کیا ہوگی۔

اگرچہ تقریر میں سے اتنے بڑے اہم امر کو نظر انداز کر دینے کے متعلق یہ نہیں خیال کیا جا سکتا۔ کہ ایڈیٹر پیغام اس کا ذکر کرنا بھول گیا ہے۔ لیکن اگر ایڈیٹر پیغام کی کمزوری کو مد نظر رکھ کر یہ مان بھی لیا جائے۔ تو ہم پوچھتے ہیں۔ کہ غیر مبائعین جن کا ادعا ہے۔ کہ مختلف شہروں میں ان کی باقاعدہ انجمنیں قائم ہیں۔ اور مختلف علاقہ جات میں اگر ہم خیال پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کو یہ ہدایت دینے کے لئے کہ "بمبئی خلافت کمیٹی جو طریق عمل پاس کرے اسپر کاربند ہو جائیں"۔ کونسا اعلان شائع کیا ہے۔ اور عدم تعاون پر عمل پیرا ہونے کے لئے کونسی تحریک کی گئی ہے۔ کیا ان کے لئے مولوی صدر الدین صاحب کا پیغام بلڈنگس میں کھڑے ہو کر کہدینا کافی ہو سکتا ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو پھر ان کی آگاہی کے لئے ضروری تھا۔ کہ اخبار میں خاص طور پر اس امر کا اعلان کیا جاتا۔

مولوی صدر الدین صاحب نے بمبئی خلافت کمیٹی کی ہدایات پر عمل کرنے کے لئے یہ جو کچھ ارشاد فرمایا اس کا بیان دراصل مولوی محمد علی صاحب کا کام تھا کہ "امیر قوم" ہی پر "قوم" کی راہ نمائی کا فرض عائد ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ خلافت ٹرکی کو "خلافت منصوصہ موعودہ" اور "مسلمانوں کا مذہبی معاملہ" قرار دینے کے باوجود اب کم ہمتی اور بزدلی کی چادر اوڑھ کر پردہ نشین ہو چکے ہیں تو مولوی صدر الدین صاحب جنہوں نے بحیثیت انکے قائم مقام خلافت ٹرکی کے متعلق لیکچر دیا۔ اور موجودہ صورت ... ان کے نزدیک جو طرز عمل اختیار کرنا ضروری ہے ... کی تلقین کی۔ تو ان کو چاہیئے تہا۔ کہ اس تلقین کو صرف ہوا میں ہی نہ اڑا دیتے۔ بلکہ خاص اعلان کے ذریعہ اپنے ہم خیالوں تک پہنچاتے۔ لیکن جہانتک ہمیں علم ہے انکی طرف سے کوئی اس قسم کا اعلان شائع نہیں ہوا۔ پھر کس طرح مان لیا جاوے۔ کہ جو بات انہوں نے بھرے مجمع میں کہی۔ اسپر وہ خود عمل کرنے اور اپنے ساتھیوں کو عمل کرانے کی جرأت اور ہمت رکھتے ہیں۔

ہاں ممکن ہے۔ خفیہ طور پر غیر مبایعین کے لئے یہ حکم جاری کر دیا گیا ہو۔ کہ بمبئی خلافت کمیٹی کی ہدایات کے ماتحت وہ عدم تعاون پر کاربند ہو جائیں۔ اور ان لوگوں کے ظاہر اور باطن کے اختلاف کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کوئی نئی بات بھی نہیں۔ لیکن اس کا پتہ لگانا کوئی مشکل کام نہیں۔ بمبئی خلافت کمیٹی عدم تعاون کی تجویز پاس کر کے اسکے متعلق ہدایات جاری کر چکی ہے۔ اگر غیر مبایعین نے ان پر کاربند ہو کر دکھلا دیا۔ تو ہم سمجھینگے کہ ان کے قائم مقام امیر صاحب نے جو حکم انہیں دیا تہا۔ اُسے وہ بجا لائے ہیں۔ لیکن اگر انہوں نے اسوقت بھی بیٹھے ہی دکھائی۔ اور بمبئی خلافت کمیٹی کی ہدایات پر کاربند نہ ہوئے۔ تو صاف ثابت ہو گا۔ کہ مولوی صدر الدین صاحب مولوی محمد علی صاحب کی طرح صرف باتیں ہی بنانا جانتے ہیں۔ میدان عمل میں آنے اور اپنے ساتھیوں کو لانے کی ان میں بھی طاقت نہیں ہے۔

بمبئی خلافت کمیٹی نے عدم تعاون کے متعلق جو ہدایات جاری کی ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ خطابات اور اعزازی عہدے چھوڑ دئے جائیں۔ (۲) اپنے بچوں کو ان سکولوں سے اُٹھا لیں۔ جنہیں گورنمنٹ نے تسلیم کیا ہے یا جن پر گورنمنٹ کی نگرانی ہے (۳) بیرسٹر اور وکیل وکالت ترک کر دیں (۴) سودیشی کو پورے طور پر اختیار کر لیا جائے۔ (۵) اصلاح شدہ کونسلوں کو بائیکاٹ کر دیا جائے (۶) سرکاری قرضوں میں شرکت نہ کیجائے۔

مولوی صدر الدین صاحب کے ارشاد کے ماتحت غیر مبایعین کو مذکورہ بالا ہدایات پر عمل کرنا ضروری ہے اور یہ عملدرآمد یکم اگست سے شروع ہو جانا چاہیئے تہا جیسا کہ "بمبئی خلافت کمیٹی" فیصلہ کر چکی ہے

ہم پیغام کے صفحات پر یہ دیکھنے کے منتظر ہیں کہ غیر مبائعین کس جوش و خروش اور کتنے زور و شور سے ان ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ اور سب سے بڑھکر ہم یہ معلوم کرنے کے خواہشمند ہیں کہ مولوی صدرالدین صاحب اپنے قائم کردہ سکول کو گورنمنٹ کی نگرانی سے آزاد کرانے کے لئے کیا کوشش کرتے ہیں۔ اور جب تک وہ آزاد نہیں ہوتا۔ اسوقت تک اس میں لڑکوں کو پڑھاتے ہیں یا نہیں لیکن اگر ان ہدایات پر انہوں نے عمل نہ کیا۔ اور جیسا کہ ہمارا خیال ہے۔ وہ نہیں کرینگے۔ تو مولوی صدرالدین صاحب کو وہ وقت یاد کر کے ڈوب مرنا چاہیئے۔ جبکہ انہوں نے ٹیچروں کو فخر سے یہ کہا تھا۔ کہ اگر بمبئی خلافت کمیٹی عدم تعاون کا سبق سکھائے۔ تو ہمیں چاہیئے۔ کہ اسپر کاربند ہو جائیں۔

افسوس ان لوگوں کی زبان پر کچھ ہوتا ہے۔ اور دل میں کچھ۔ قول اور ہوتا ہے۔ اور فعل اور۔ دراصل یہ سب کچھ اس منافقت کا نتیجہ ہے۔ جو شروع سے ان لوگوں کے رگ و پے میں گھر کئے ہوئے تھی۔ اور جس نے آج انکو اسقدر بزدل اور ڈرپوک بنا دیا ہے۔ کہ جو کچھ کہتے ہیں۔ اسپر عمل کر کے نہیں دکھا سکتے۔

ہندوستانی وفد خلافت کے مشاغل یورپ میں

مسلمان کہلانیوالوں کی آج جو حالت ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ جن صدمات۔ تکالیف اور محن کا وہ شکار ہو رہے ہیں۔ وہ بھی ظاہر و باہر ہیں۔ اس حالت سے مخلصی پانے کے لئے انہوں نے جو وفد ترتیب دیا ہے۔ اور جو یورپ میں ان کی نمائندگی کر رہا ہے۔ اس کے وہاں کے مشاغل قابل توجہ و التفات ہیں۔ جن سے اندازہ لگایا جا سکتا کہ سلطنت ٹرکی کی ایسی نازک حالت کا ان پر کہاں تک اثر ہے۔ مسٹر محمد علی صاحب جو اس وفد کے صدر ہیں اپنی ایک مراسلت میں جس کا اقتباس اخبار بندے ماترم میں شائع ہوا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:۔

"ہم نے ایک نازک اندام فرانسیسی رقاصہ کا تماشہ دیکھا۔ جو سر سے پیر تک نہایت ہی ہلکے ریشمی کپڑوں سے ملبوس ایک پالکی سے اُتری تھی۔ ان کپڑوں سے اس کا بدن صاف نظر آتا تھا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد یہ کپڑے بھی اُتار ڈالے گئے حتےٰ کہ وہ بالکل ہی برہنہ ہو گئی۔ میں اس ہیبت ناک نظارے کے لئے بالکل تیار نہ تھا۔ حاضرین میں نوجوان اور بچوں کی تعداد موجود تھی۔ مگر انمیں سے کسی شخص پر اس نظارہ کا مطلق اثر نہیں ہوا۔" (بندے ماترم ۳۱ جولائی)

یہ الفاظ کس شخص کے قلم سے نکلے ہیں۔ اور وہ کون ہے۔ جس نے اپنا یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ ہے۔ جسے مسلمانان ہند نے اپنے امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین کی خلافت کو قائم اور برقرار رکھنے کے لئے یورپ میں صدر وفد بنا کر بھیجا ہوا ہے اور حافظ قرآن اور پکا مسلمان سمجھا جاتا ہے۔ معلوم نہیں ان حافظ صاحب کو اس حیا سوز نظارہ کی محویت نے قرآن کریم کی وہ آیت بھی یاد رہنے دی یا نہیں۔ جس میں خدا تعالےٰ نے غیر عورت کے چہرہ پر نظر ڈالنے تک کی ممانعت فرمائی ہے چہ جائیکہ اس قسم کا نظارہ خوب جی بھر کر دیکھا جائے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جب ایسے نازک وقت میں وفد کے ارکان تھیٹر کی سیر اور خصوصاً ایسے تھیٹر کی سیر سے نہیں چوکتے جسے یورپین تہذیب تو جائز رکھ سکتی ہے۔ لیکن ایشیائی اور خاص کر اسلامی تہذیب بدترین ٹھہراتی ہے۔ تو کس طرح سمجھ لیا جائے۔ کہ ان کے دل میں اسلام کا درد ہے۔ اور وہ اسلام کے لئے سرفروشی چھوڑ معمولی جدوجہد بھی کر رہے ہیں۔ دراصل ان کی تمام ہنگامہ آرائیاں محض زمینی اور سفلی خواہشات تک محدود ہیں۔ علوی اور روحانی عالم سے یہ بالکل دور ہیں۔

افسوس کہ وہ مصائب بھی جن سے یہ لوگ گھرے ہوئے ہیں۔ انکی آنکھیں کھولنے کا موجب نہیں ہوئے۔ اور ابتک وہی غفلت چلی جاتی ہے۔ جو آج سے بیس برس پیشتر خدا کے مسیح نے اسلام کا مرثیہ لکھتے ہوئے اس طرح ظاہر کی تھی:۔

مردم ذی مقدرت مشغول عشرتہائے خویش
خورم و خنداں نشستہ با بتان نازنیں
بر مسلماناں ہمہ ادبار زیں رہ اوفتاد
کز پئے دیں ہمت شاں نیست با غیرت قریں
گر بگردد عالمے از راہ دین مصطفےٰ
از رہ غیرت نمی جنبند ہم مثل جنیں
فکر ایشاں غرق ہر دم در رہ دنیائے دوں
مال ایشاں غارت اندر راہ نسواں و بنیں
ہر کجا در مجلسے فسق است ایشاں صدر شاں
ہر کجا ہست از معاصی حلقۂ ایشاں نگیں
با خرابات آشنا بیگانہ از کوئے ہدیٰ
نفرت از ارباب دیں با مے پرستاں ہم نشیں
رو بگرداند ز دلدارے کہ صد اخلاص داشت
چوں نہ دید اندر دل ایں قوم صدق مخلصیں
آں زمان دولت و اقبال ایشاں درگذشت
شوخیٔ اعمال شاں آورد ایامے چنیں
از رہ دیں پروری آمد عروج اندر نخست
باز چوں آید بیاید ہم ازیں رہ بالیقیں

کاش اب مسلمان سوچیں کہ کدھر جا رہے ہیں۔ اور غور کریں کہ جب تک وہ اپنے اعمال اور افعال کی اصلاح نہ کرینگے کسی قسم کی ترقی کرنا تو الگ رہا دن بدن ذلت اور نکبت میں مبتلا ہوتے جائینگے۔

ہجرت ایک متعدی مرض ہے۔

آجکل جو لوگ مسلمانوں کے مذہبی راہ نما بنے ہوئے ہیں انکی حالت دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ کسی امر پر انہیں قرار نہیں۔ ایک وقت جس بات کو وہ "ضروری" اور "مذہبی مسئلہ" قرار دیتے ہیں۔ دوسرے وقت اسی میں کیڑے ڈالنے لگ جاتے ہیں۔ اسکی تازہ مثال حکیم ابو تراب صاحب ایڈیٹر اہلسنت نے پیش کی ہے۔ قبل ازیں ابو تراب صاحب ہجرت کے متعلق اپنا یہ عقیدہ ظاہر کر چکے ہیں کہ:۔

"اس وقت ہجرت ضروری ہے اور یہ مذہبی مسئلہ ہے۔" (وکیل ۷ مئی سنہ ۱۹۲۰ء)

لیکن اب اس کو ایک متعدی مرض قرار دیتے اور ہندوستان کی تباہی و بربادی کا باعث بتاتے ہیں۔ چنانچہ ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"افسوس ہے۔ کہ گورنمنٹ انگریزی اس طرف توجہ نہیں کرتی۔ کہ یہ مرض متعدی ہے۔ اگر اس وقت اس کا تدارک نہ کیا گیا۔ تو تمام ملک کو گھیر لیگی پھر اس کا علاج نہ تو گورنمنٹ کے قبضہ میں ہوگا۔ نہ کسی اور لیڈر کے ہاتھ میں اس کا تدارک ہوسکیگا کیونکہ عام مشاہدہ ہے۔ کہ خربوزہ سے خربوزہ کا رنگ بدلتا ہے۔ چنانچہ ایک قافلہ کی روانگی سے دوسرے کی روانگی دیکھی جاتی ہے جس سے ہندوستان کی بربادی لازمی ہے۔ اور ہندوستان کی خرابی اور بے رونقی باعث تباہی سلطنت ہے۔"

(وکیل ۲۸۔ جولائی ۱۹۲۰ء)

کیا ابوتراب صاحب بتائینگے۔ کہ ہجرت کے متعلق ان کے عقیدہ میں اس قدر تبدیلی کیوں واقع ہوئی ہے۔ اور اب ہجرت کیوں ضروری اور مذہبی مسئلہ نہیں رہی؟

قرآن کبھی محو نہیں ہوگا

ایک مسلمان افغان نے جن کا نام خوشحال خاں ہے اندلس کے مشہور شہر غرناطہ میں بیٹھ کر ایک خط مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی کے نام لکھا ہے۔ جسمیں اندلس کے مٹنے پر ترکوں کے خاموش بیٹھے رہنے کا تذکرہ اس طرح کیا ہے۔ کہ اگر اب ترکوں کے مٹنے پر مسلمان اسی طرح خاموش بیٹھے رہے۔ تو مسلمانوں کا وہی حشر ہوگا۔ جو اندلس میں ہوا۔ اسی سلسلہ میں ایک بات یہ بھی لکھی ہے کہ "میں اس جگہ صرف اس قدر لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ تاریخ اندلس و عثمانی اس بات کے ثبوت کیلئے کافی ہے۔ کہ اگر ہم نے اب بھی ضرورت کو نہیں محسوس کیا۔ تو چند آیندہ سال میں قرآن مجید دنیا سے ایسا ہی محو ہو جائے گا جس طرح مسلمان اندلس آٹھ سو برس حاکم رہنے کے بعد نیست و نابود ہوگئے ہیں۔"

پھر لکھتے ہیں:-

"اب قرآن کو بچانے کا صرف ایک ہی علاج ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ہم اس آیت پر پورے طور پر کاربند ہو جائیں۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا"

ہم ان تمام لوگوں کو جو بدقسمتی سے موجودہ مصائب کو دیکھ کر یہ فیصلہ کر بیٹھے ہیں۔ کہ قرآن دنیا سے مٹ جائیگا۔ مطلع کرنا چاہتے ہیں۔ کہ یہ تو ٹھیک ہے۔ کہ وہ لوگ جنہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا۔ مٹ رہے ہیں اور مٹ جائینگے۔ لیکن یہ ہرگز صحیح نہیں ہے۔ کہ قرآن کو کوئی طاقت مٹا سکتی ہے۔ کیونکہ یہ ہرگز نہیں محو ہوسکتا۔ نہ محو کیا جا سکتا ہے۔ قرآن وہ پتھر ہے۔ کہ جو اس پر گرے گا۔ چور چور ہو جائے گا۔ اور جس پر یہ گرے گا اس کو فنا کر دے گا۔ فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلواریں اس کی محافظت کر رہی ہیں۔ اور تا قیامت کرتی رہینگی۔ اور کوئی انسانی طاقت نہیں جو اس کو مٹا سکے۔ اس زمانہ میں اگرچہ مسلمان کہلانے والے قرآن کو چھوڑ چکے ہیں۔ اور فیصلہ کر بیٹھے ہیں۔ کہ یہ دنیا سے مٹ جائیگا مگر خدا تعالیٰ اپنے اس وعدہ کے مطابق کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ قرآن کی خادم ایک قوم پیدا کر دی ہے۔ جو قرآن کو سینوں سے لگائے ہوئے یورپ اور امریکہ میں حقانیت کے نعرے لگا رہی ہے۔

یہ سچ ہے۔ کہ قرآن کی حفاظت اعتصام بحبل اللہ سے ہی ہو سکتی ہے۔ مگر حبل اللہ خدا کے مامور ہوتے ہیں۔ بس حبل اللہ آگیا۔ اگر قرآن سے محبت ہے۔ تو اس کو پکڑ لو تم بھی بچ جاؤ گے۔ اور قرآن کے خدام میں بیشی بھی ہو جائے گی۔

بسمل صاحب کی گھبراہٹ

کچھ دن ہوئے کہ ایک شخص "بہار بسمل" نے اخبارات میں اپنی اور اپنی بیوی کے فسخ بیعت کا اعلان کرایا تھا۔ اور اس کی وجہ سلطنت ٹرکی کے متعلق ہمارا رویہ قرار دیا تھا۔ اس سے چونکہ ہمارے خلاف غلط فہمی پھیل سکتی تھی۔ اور مخالفین میں بسمل صاحب کے متعلق غلط طور پر خیال کیا جاسکتا تھا۔ کہ بڑے متقی اور دیندار ہوں گے۔ اس لئے ہم نے مناسب سمجھا۔ کہ ان کی اصل حقیقت جو ان ہی کے ایک واقف کار نے لکھ کر بھیجی تھی شایع کر دیں۔ اگرچہ یہ اظہار حقیقت نہایت مختصر اور چند ہی الفاظ میں تھا۔ لیکن بسمل صاحب اس کو دیکھ کر فی الواقع بسمل ہو گئے۔ اور کہیں ٹھکانا نہ پاکر "پیغام صلح" کی چوکھٹ پر آگرے۔ جہاں انہیں ہم جنس سمجھ کر سر آنکھوں پر بٹھا لیا گیا۔ اور خوشی کے ساتھ ان کو اپنا رونا رونے کی اجازت دی گئی۔

چنانچہ ۱۲۔ جولائی کے پیغام میں ان کی ایک تحریر شایع ہوئی ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں۔ کہ ایڈیٹر الفضل نے "۱۳ جون کے پرچہ میں مجھے ذلیل کرنے کی کوشش کی ہے۔" اور اس کے ساتھ ہی دھمکی بھی دیتے ہیں۔ کہ اگر انہیں اور ذلیل کیا گیا۔ تو وہ بھی لکھنے پر مجبور ہونگے۔ مگر اس دھمکی کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ کہ ان کے واقف حال نے ان کے مفصل حالات لکھنے کا اعلان کیا تھا اس سے ان کی روح کانپ ہی اٹھی اور وہ حواس باختہ ہو رہے ہیں۔ لیکن چونکہ ہمارے نزدیک وہی کافی ہے۔ جو کہ شایع کیا جا چکا ہے۔ اس لئے ہم انہیں یقین دلاتے ہیں۔ کہ اگرچہ ان کے بہت سے عجیب و غریب اور نفرت انگیز حالات ہمارے پاس پہنچ چکے ہیں۔ مگر ابھی ہم اس وقت تک شایع نہیں کرینگے جب تک وہ خود ہی ان کی اشاعت کی مزید ضرورت نہ پیدا کر دینگے۔ اور ہم تو جو کچھ شایع کر چکے ہیں۔ وہ بھی شایع نہ کرتے اگر وہ اپنا اعلان اخباروں میں شایع کرا کے دوسروں کی غلط فہمی کا موجب نہ بنتے۔ اب ان کا گلہ بے جا ہے۔ انہیں پہلے ہی سوچ لینا چاہیئے تھا۔

رہی یہ بات کہ ہم نے ان کو اس طرح ذلیل کیا ہے جس طرح ایک [illegible] دکاندار گاہک کے ہاتھ سے جانے پر اسے کرتا ہے۔ اس کا تجربہ غالباً ان کو گاڑی میں سرمہ وغیرہ فروخت کرنے کے دوران میں ہوا ہوگا۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ تجربہ کا اظہار انہوں نے بالکل بے موقعہ کیا۔ کیونکہ چندہ کی جو بیش قرار رقم وہ ہمیں ماہوار بھیجا کرتے تھے۔ اس کی حقیقت ہم سے زیادہ وہ خود جانتے ہیں۔

کلام الامام

بچوں اور بچوں کے والدین اور نگرانوں کیلئے نصائح

ذیل میں وہ تقریر درج کی جاتی ہے۔ جو ۳۱ جولائی ۱۹۲۰ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہال میں طلباء ہائی سکول و مدرسہ احمدیہ کیلئے ان کے رخصت پر جانیکی تقریب میں فرمائی۔

تشہد و سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔ کہ

تقریب تقریر

آج ہمارے دونوں سکولوں میں چھٹیاں ہونے والی ہیں۔ تمام اساتذہ بھی اور شاگرد بھی یا کم از کم ان میں سے اکثر تیار ہو رہے ہیں۔ کہ اپنے اپنے گھروں کو جائیں۔ ایسے وقت میں کہ عارضی طور پر اس تعلیم سے جدا ہو رہے ہیں۔ جس کے متعلق ان کے والدین کا گمان ہے۔ کہ ان کے لئے اچھی ہو گی۔ اور جس کے لئے ان کو یہاں بھیجا تھا۔ دونوں سکولوں کے افسروں نے مجھ سے خواہش کی ہے۔ کہ میں طلباء کو نصیحت کروں جنکو وہ گھروں میں یاد رکھیں۔ اور اسپر عمل کریں +

بچھڑے ہوؤں سے ملنے کی خوشی

درحقیقت بچھڑے ہوؤں کو ملنے عزیزوں اور پیاروں کو دیکھنے اور خوش ہونے کا جذبہ انسان تو انسان حیوان میں بھی پایا جاتا ہے۔ انسان اور حیوان کے جذبات میں فرق ہے۔ مگر یہ جذبہ حیوانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ اگر ایک شخص گھوڑی پر سوار اس کو دوڑائے لئے جا رہا ہو۔ اور اس گھوڑی کا بچہ پیچھے رہ جائے۔ تو گھوڑی ہنہناتی ہے۔ اور بچہ اس کو تلاش کرتا ہے۔ اور جب وہ دونوں ملتے ہیں۔ تو کس طرح خوشی کی حرکتیں کرتے ہیں۔ وہ ایسا نظارہ ہوتا ہے۔ کہ اس کو وہی جان سکتا ہے جس نے اس نظارہ کو دیکھا ہے۔ اب جو لڑکے اپنے گھروں کو جانے والے ہیں۔ ان میں بعض کو ماں سے زیادہ محبت ہو گی۔ بعض کو باپ سے۔ بعض کو چھوٹے بھائیوں سے محبت ہو گی۔ بعض کو بڑی بہن یا چھوٹی بہن سے۔ بعض کو اپنے محلہ کے لڑکوں سے محبت ہو گی۔ بعض کو محض اپنی شہر کی گلیوں سے وہ انہی میں پھرنا چاہتا ہو گا۔ غرض جس کو جس چیز کی محبت ہو گی اس سے ملنے یا اسکو دیکھنے کی خوشی کی مختلف کیفیات ان بچوں کے دلوں میں پیدا ہو رہی ہیں اور یہ ایسا وقت ہوتا ہے۔ کہ اس میں عاقل اور بالغ انسان بھی اپنے فرائض کو بھول جاتا ہے۔ عام طور پر دو ہی موقعہ ایسے ہوتے ہیں۔ جب کہ انسان فرائض کو فراموش کر دیتا ہے ایک موقعہ تو خوشی کا ہوتا ہے۔ اور دوسرا رنج کا۔ انکے زیر اثر اپنے فرائض سے غافل ہو جاتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ ایسے وقت میں نصائح کی جائیں جو بچوں کے کام آئیں

نصیحتوں کے اقسام

مگر نصیحتیں بھی کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک نصیحت وہ ہوتی ہے۔ جو ایک دن کے لئے ہوتی ہے۔ ایک وہ جو دو دن کے لئے۔ ایک وہ جو ہفتہ کے لئے۔ پھر ایک وہ نصیحت ہوتی ہے۔ جو مہینہ بھر کے لئے ہوتی ہے۔ ایک چھ مہینے کیلئے۔ ایک سال کے لئے ایک دو سال کیلئے کام آتی ہے آج جس تقریب کیلئے یہ جلسہ ہے۔ وہ دو مہینہ کی رخصت پر لڑکوں کے جانیکی تقریب ہے۔ موقعہ کے لحاظ سے تو ایسی نصیحت ہونی چاہیئے۔ جو دو مہینہ تک بچوں کو کام آئے۔ لیکن اگر دو مہینہ کی رخصت کے خیال کو چھوڑ کر آج ایسی نصیحت کی جائے۔ جو نہ صرف دو مہینہ تک کام آئے۔ بلکہ عمر بھر کیلئے کام آئے۔ اور نسلوں تک کام آئے۔ کیونکہ ایسی چیز جو چند ساعت تک خوش کر سکے اس کی نسبت وہ زیادہ مفید ہوتی ہے۔ اور اس کی زیادہ قدر و قیمت سمجھی جاتی ہے۔ جو زیادہ دیر تک کام آ سکے۔ اسلئے خواہ موقعہ کے مناسب نہ ہو۔ لیکن فوائد کے لحاظ سے ایسی ہی نصیحت کی جائیگی جو نہ صرف لڑکوں کو چھٹیوں میں کام آئیگی۔ بلکہ جوانی اور بڑھاپے میں بھی کام آئیگی +

بچپن کا زمانہ

بچپن کی عمر ایک ایسی عمر ہے۔ کہ جس میں زیادہ خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ اور یہ وہ زمانہ ہوتا ہے۔ جسکے عام طور پر لوگ دوبارہ لوٹنے کے متعلق خواہش کیا کرتے ہیں۔ بڑے بڑے شاعر اور فلسفی اس قسم کی خواہش کیا کرتے ہیں۔ کہ کاش ہم کو بچپن کا زمانہ پھر ملجائے۔ پس تمہاری یہ ایسی عمر ہے جس کی خواہش بڑے بڑے لوگ کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ وہ زمانہ اور عمر ہوتی ہے۔ کہ جس میں رنج اور غم نہیں ہوتے تمہارے نزدیک تمام دنیا کی خوشی کے یہ معنی ہیں۔ کہ تم خوش رہو۔ دنیا میں کتنے ہی مصائب اور آفات آئیں۔ تمہیں ان کی کچھ پروا نہیں ہاں اگر تمہاری خوشی منغص ہو گی۔ تو تمہارے لئے رنج کی بات ہو گی لوگ اگر قحطوں سے مر رہے ہوں بیماریوں سے ہلاک ہو رہے ہوں تو تمہارے لئے کچھ فکر نہیں۔ جرمن مٹتا ہے ٹوٹ جائے۔ قیصر معزول ہوتا ہے تو ہو جائے۔ روس کی حکومت زیر و زبر ہوتی ہے تو ہو۔ زار روس ہلاک ہوتا ہے تو ہو جائے انگلستان فتح پاتا ہے تو پا جائے۔ تمہیں رنج یا خوش کرنیوالی صرف ایک ہی چیز ہے۔ اور وہ تمہاری کھیل کھانے اور پہننے کی چیزیں یا دوستوں سے باتیں کرنا ہے۔ مگر جوں جوں تم بڑی عمر کے ہوتے جاتے ہو۔ تمہاری خوشیاں کم اور افکار بڑھتے جاتے ہیں +

بچوں کی یہ تو حالت ہوتی ہے۔ کہ مثلاً ایک گھر میں ایک ہی کمانے والا ہے۔ اور دس کھانے والے۔ اگر وہ شخص جو کماتا ہے۔ بیمار ہو جائے۔ اور اس کی ایسی حالت ہو کہ اس کے مرنے سے بچے یتیم اور عورت بیوہ ہونے والی ہو۔ تو بھی چھوٹے بچوں کیلئے یہ حالت رنج اور غم کو بڑھانے والی اور فکر پیدا کرنے والی نہیں ہوتی۔ اور جس قدر کوئی چھوٹی عمر کا بچہ ہوتا ہے۔ اسی قدر زیادہ اس رنج اور تکلیف کے احساس سے دور ہوتا ہے۔ حالانکہ سب سے زیادہ تکلیف اسی کو اٹھانی پڑیگی۔ کیونکہ جو بچے بڑے ہوتے ہیں۔ وہ جلد آپ کمانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کو اس کا مطلق احساس نہیں۔ یہ اس وقت اسی بات پر مصر ہے۔ "ماں مٹھائی لینی ہے" لوگ اس کو جنت کی زندگی کہتے ہیں۔ مگر میں اس بات کا قائل نہیں۔ کہ یہ جنت کی زندگی ہے۔ بہر حال میں اس کو بے فکری کی زندگی کہوں گا۔ کیونکہ جنت کی زندگی وہ زندگی ہوتی ہے جو حقیقی آرام کی زندگی ہو۔ اور یہ زندگی بے علمی کی زندگی ہوتی ہے۔ میں نے شاید پہلے بھی کسی وقت بتایا ہے۔ کہ ایک گھر میں رہتا ایک عورت اور اس کا چھوٹا بچہ رہتے تھے۔ ایک دن وہ عورت مر گئی۔ صبح کو پڑوسیوں نے جب دیکھا۔ کہ بہت دن چڑھے تک اسکا دروازہ اندر سے بند ہے۔ تو انہوں نے اسے کھولا۔ اور دیکھا۔ عورت مردہ پڑی ہے۔ اور بچہ اس کے منہ پر طمانچہ مار رہا ہے

اور ہنس ہنس کر کہہ رہا ہے۔ ہاں بولتی کیوں نہیں۔ وہ خیال کرتا تھا۔ کہ ماں مجھ سے ناراض ہے اور دانستہ مجھ سے نہیں بولتی۔ اسے کیا معلوم کہ وہ بول ہی نہیں سکتی اور اس دنیا میں اس سے کبھی نہیں بولیگی۔ تو یہ زندگی بے فکری کی زندگی ہوتی ہے۔ اور یہ بے فکری بے علمی سے پیدا ہوتی ہے۔ تم جس عمر سے گذر رہے ہو۔ وہ ایسی عمر ہے جس میں اپنی ضروریات کا پورا احساس اور علم نہیں ہوتا اور یہ حالت ایک اندھے سے مشابہ ہوتی ہے۔ دیکھو ایک اندھا رنگ کو نہیں سمجھتا۔ بچپن میں پڑھا تھا۔ کہ ایک اندھا آنکھوں والوں سے پوچھتا ہے۔ کہ تم جو کہتے ہو۔ کہ فلاں چیز سُرخ ہے۔ فلاں سفید یا سُرخ۔ یہ غلط ہے۔ مجھے تم بتاؤ تو سہی۔ سُرخ و سفید کیا چیز ہے۔ ہاں گرمی۔ سردی تو البتہ ہوتی ہے۔ اسی گرمی سردی کا نام سُرخ۔ سفید رکھدیا گیا ہے۔ یہ کہنے میں وہ معذور تھا۔ کیونکہ وہ رنگ کو دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔

بچپن کی زندگی کی مذہبی مثال

غرض یہ زندگی ایک بے فکری کی زندگی ہوتی ہے۔ اور اس کو ہم پُل صراط کہہ سکتے ہیں۔ اسلامی روایات میں آتا ہے۔ کہ دوزخ پر ایک راستہ ہوگا۔ اور وہ اتنا باریک ہوگا کہ تلوار کی دھار سے زیادہ باریک ہوگا جو لوگ بد ہونگے وہ اس پر سے کٹ کر دوزخ میں گر پڑینگے اور جو نیک ہونگے۔ وہ اڑتے ہوئے اس پر سے گذر جائینگے یہ ایک الہامی استعارہ ہے۔ چونکہ اسی عمر میں نیکی یا بدی کی بنیاد پڑتی ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم تمہیں سمجھائیں۔ تاکہ تم میں سے کوئی آئندہ یہ نہ کہے کہ مجھے کسی نے بتایا نہ تھا۔ پس ہم اپنی ذمہ واری سے سبکدوش ہونے کے لئے اور اس لئے بھی کہ شاید یہ سُنا ہوا کبھی تمہارے کام آئے۔ سُناتے ہیں۔

بچپن میں نصیحت

کیونکہ ایسا ہوتا ہے کہ بعض وقت انسان کو عین ضرورت کے وقت کوئی بھولی ہوئی چیز یاد آجاتی ہے۔ اور اس سے وہ فائدہ اٹھالیتا ہے۔ مثلاً ایک شخص اپنی جیب میں روپیہ رکھ کر بھول جائے اور سمجھے۔ کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ ایسی حالت میں اسے کھانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور وہ دکاندار کے پاس جاتا ہے۔ کہ مجھے کچھ دے۔ لیکن وہ قیمت طلب کرتا ہو اسوقت اگر جیب میں ہاتھ ڈالنے سے اس کے ہاتھ میں بھُولا ہوا روپیہ آجائے۔ تو اُسے کسقدر خوشی ہوگی اور وہ روپیہ اسکے کیسا کام آئیگا۔ پس ہم اپنی ذمہ داری سے سُبکدوش ہونے کے لئے اور نیز اسلئے کہ اگر تم آج سُنکر بھول بھی جاؤ۔ تو شاید پھر کبھی تمہارے کام آئے تمہیں نصیحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

نیکی و بدی کی بنیاد بچپن میں پڑتی ہے

بچپن کا زمانہ ایسا زمانہ ہوتا ہے کہ اس میں یا تو انسان اعلیٰ درجہ کا نیک متقی با اخلاق اور نفع رساں انسان بن گیا۔ یا خراب ہوگیا۔ کیونکہ اس زمانہ میں اخلاق کی بنیاد پڑتی ہے اگر اسوقت نگرانی کی جائے۔ تو اچھا ہو سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ مگر اصلاح و تربیت کی باتوں سے بعض اوقات اُستاد بھی واقف نہیں ہوتے۔ پس میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کس طرح بدیاں یا خوبیاں بچپن میں ہی انسان میں آجاتی ہیں

بخل کس طرح پیدا ہوتا ہے۔

دیکھو بخیل کتنا بُرا ہوتا ہے۔ سب اس سے نفرت کرتے ہیں اگر کسی کو بخیل کہدیا جائے۔ تو وہ سمجھتا ہے۔ کہ مجھے گالی دیگئی ہے۔ کہا کرتے ہیں کنجوس مکھی چوس۔ اس کے معنے ہیں یہ شخص ایسا بخیل ہے۔ اگر مکھی اس کی کسی کھانے کی چیز میں گر پڑے۔ تو اس کو بھی چوس لیتا ہے۔ لیکن میں تمہیں بتاؤں۔ کہ بخیل کیسے بنتا ہے۔ اور تم حیران ہوگے۔ کہ تمہاری ہی عمر میں انسان کنجوس بنتا ہے۔ اور جس وجہ سے بچے کنجوس بنتے ہیں۔ اس کو نہ صرف تم نہیں جانتے۔ بلکہ عام طور پر بچوں کے اُستاد اور ماں باپ بھی اس سے ناواقف ہوتے ہیں وہ میں تمہیں بتاتا ہوں۔ تاکہ تم احتیاط کرو۔

یاد رکھو۔ کنجوسی دو قسم کی ہوتی ہے (۱) کنجوسی وہ جو عادتاً ہوتی ہے (۲) وہ جو طبعاً ہوتی ہے۔ جو کنجوسی عادتاً ہوتی ہے۔ اس کے پیدا ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ جب کوئی فقیر آتا ہے۔ تو ماں باپ کہتے ہیں۔ خود کماوے کھاوے۔ اسکو دینے کی کوئی ضرورت نہیں یہ سُنکر بچوں کو کنجوسی اور بخل کی عادت ہوجاتی ہے اور یہ گویا خود سکھائی جاتی ہے۔ دوسری قسم بخل کی طبعی بخل ہے۔ اس کی وجہ سُنکر تم حیران ہوگے۔ کہ جن بچوں کو بچپن میں پاخانہ روکنے کی عادت ہوتی ہے۔ ان میں بعد میں بخل پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ بات کہ اس سے کس طرح بخل پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ کہ کس طرح اس کا دماغ پر اثر پڑتا ہے۔ باریک باتیں ہیں۔ تم ان کو سمجھ نہ سکوگے اسلئے ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں اتنا بتا دیتا ہوں۔ کہ جو لوگ پیٹ بھر کر کھاتے ہیں۔ اور کچھ دیر پاخانہ کو روکتے ہیں۔ یا مثلاً کھیلتے وقت بچے پاخانے کو روکتے ہیں۔ جب وہ پھر پاخانہ جاتے ہیں۔ تو انکو پاخانے کے بعد ایک راحت معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ مشہور ہے۔ ایک بادشاہ نے پوچھا کہ سب سے آرام دہ کونسی چیز ہے۔ ایک طبیب نے جواب دیا۔ حضور پاخانہ کا آجانا۔ بادشاہ ناراض ہوا۔ اور اسکو نکلوا دیا۔ اس نے باورچی سے مِلکر کھانے میں ایک قابض دوا ڈلوانی شروع کی۔ جس سے بادشاہ کو قبض ہوگئی۔ علاج کیا گیا مگر فائدہ نہ ہوا۔ چونکہ وہ طبیب مزاج شناس تھا۔ اس لئے اسکو بُلوایا گیا۔ اس نے دوا دی تو قبض دور ہوگئی۔ بادشاہ نے کہا۔ کیسا آرام آگیا ہے۔ طبیب نے کہا کہ بادشاہ سلامت یہی تو میں نے کہا تھا۔ تو وہ چھوٹے بچے جنکو پاخانہ روکنے کی عادت ہوتی ہے۔ ان کو یہ عادت اسی طرح پڑتی ہے۔ کہ جب انکو آرام معلوم ہوتا ہے۔ تو وہ پھر اس آرام کو حاصل کرنے کے لئے پاخانہ کو ہمیشہ روکتے ہیں۔ مگر جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں۔ تو اس عادت کو لغو سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ پاخانہ روکنے کی عادت بڑی عمر میں مال روکنے کا عادی بنا دیتی ہے اور وہ بخیل ہو جاتے ہیں۔ اور اس بُری عادت کے باعث ان کو ہمیشہ ذلیل ہونا پڑتا ہے۔

دیکھو یہ کتنی چھوٹی بات ہے۔ مگر اس کا کتنا بڑا نتیجہ نکلتا ہے یہ بات میں نے تم کو اسلئے سُنا دی ہے۔ کہ تم کبھی اسکے روکنے کی کوشش نہ کرو۔ کیونکہ اس کا اثر علاوہ دیگر خرابیوں کے تمہارے اخلاق پر بہت بُرا پڑیگا۔

چوری کی عادت کیونکر پڑتی ہے

اب میں تم کو بتاتا ہوں کہ چوری کی عادت کس طرح پڑتی ہے۔ یہ بھی اسی عمر میں پڑتی ہے۔ اور اس طرح پڑتی ہے کہ

مثلاً آموں کا موسم ہے۔ بچہ بیمار ہے۔ آم سامنے ہیں۔ وہ بار بار ماں سے کہتا ہے کہ آم دو۔ مگر وہ کہتی ہے۔ آم تیرے لئے اچھے نہیں لیکن جب ماں پرے ہوتی ہے۔ تو بچہ اٹھ کر آم کھا لیتا ہے اگرچہ آم کسی غیر کے نہ تھے۔ مگر چونکہ ماں کی غیر موجودگی میں خفیہ طور پر اس نے کھائے اسلئے اسکے دل میں یہ بات پیدا ہو گئی کہ جب ضرورت پڑے۔ تو وہ کسی کی چیز کو اس کی عدم موجودگی میں استعمال کر سکتا ہے اب آہستہ آہستہ اسکے دل میں پوشیدہ طور پر چیزیں استعمال کرنے کی عادت پڑنی شروع ہو جاتی ہے۔ اور ہوتے ہوتے یہ حالت ہو جاتی ہے۔ کہ جب اسے کسی چیز کی ضرورت ہو تو بجائے محنت کر کے جائز طور پر حاصل کرنے کے کسی کی چیز خفیہ طور پر حاصل کر کے استعمال کرنے کے لئے چوری کرتا ہے۔ اور اس سے بڑھتے بڑھتے بڑا چور ہوتا ہے۔ دیکھو کتنی چھوٹی سی بات کا کتنا بڑا اثر پڑا۔ پس بچوں کو چوری کی بری عادت سے محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ کبھی انکی آنکھوں کے آگے اور ایسی جگہ جہاں تک بچوں کی دسترس ہو سکے۔ کھانے پینے کی کوئی چیز نہ رکھی جائے۔ جب اسطرح کیا جائیگا۔ تو ان میں چوری کی عادت نہیں پڑیگی ۔

کم ہمتی کیسے پیدا ہوتی ہے

کم ہمتی اور مایوسی کی عادت بھی اسی عمر میں پڑتی ہے بعض ماں باپ جو اپنے بچوں کی ہر ایک بات مانتے ہیں۔ اور اگر نہ مانیں تو بچے فوراً رو پڑتے ہیں۔ اور ماں باپ انکو چپ کرانے کے لئے ان کے سب مطالبات پورے کر دیتے ہیں۔ ایسے بچے آئندہ زندگی میں مشکلات کا مقابلہ کر سکنے کے اہل نہیں رہتے۔ جو جرنیل میدان سے بھاگتا ہے۔ تو تم سمجھ لو۔ کہ بچپن میں وہ بسکٹ یا اور کوئی چیز مانگتا تھا۔ جو اسے فوراً دیدی جاتی تھی۔ اب جب دشمن کے مقابلہ میں فتح حاصل کرنے کے لئے آیا۔ جو کہ مشکل سے حاصل ہوتی ہے۔ تو چونکہ یہ مشکل پسند نہ تھا۔ اسلئے اس بچپن کی عادت کے باعث میدان سے بھاگ گیا۔

سب اچھی یا بری عادتیں بچپن ہی میں پڑتی ہیں۔

غرض جتنی اچھی یا بری عادات ہیں وہ سب اسی عمر میں پڑتی ہیں۔ ان کے لئے علیحدہ مدرسے نہیں ہوتے۔ نہ یہ بڑی عمر میں آتی ہیں۔ بلکہ انہی مدرسوں اور اسی عمر میں آتی ہیں۔ اور یہ باتیں کھیلنے کودنے میں سیکھی جاتی ہیں اس عمر میں عادات سیکھنے کے لئے مصلے بچھا کر بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ کھیلنے کودنے کے میدانوں میں سیکھی جاتی ہیں۔ تم دیکھو کہ جو بچہ دوسرے کو شولڈر مارتا ہے وہ بڑی عمر میں سخت مزاج نکلیگا۔ لیکن جو کھیلنے میں قواعد کی پابندی کرتا ہے ناجائز طور پر فتح نہیں کرنا چاہتا وہ فرض شناس ہو گا۔ اسیطرح جو شخص دوسرے کو یونہی مارتا ہے۔ اسکے متعلق سمجھو کہ ظالم ہو گا۔ اور جو برداشت کرتا ہے۔ اور موقعہ کو دیکھ کر جدھر بال پہنچانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ادھر پہنچاتا ہے وہ بڑا ہو کر لیڈر بنیگا اور مشکلات میں قوم کا ساتھ دیگا۔ غرض ان کھیلوں میں ہی اخلاق کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ اور اسی عمر میں بچے دوزخ کے لئے تیار ہوتے ہیں یا بہشت کیلئے۔ پس اس عمر میں سوائے فرائض کے تمہارے لئے زیادہ نمازیں پڑھنا ضروری نہیں۔ بلکہ جو اس عمر میں کھیلتا نہیں اور زیادہ نمازیں پڑھتا ہے۔ ڈر ہے کہ بڑا ہو کر نمازوں کو ترک ہی نہ کر دے۔ کیونکہ عام طور پر ایسا ہی دیکھا گیا ہے۔ جو بچے اس وقت کھیلوں سے بچتے ہیں وہ اپنے اندر غفلت اور سستی کا بیج بوتے ہیں۔ تمکو چاہیئے کہ اس عمر میں نمازیں جو فرض ہیں پڑھو اور خوب کھیلو۔ اور روزے جتنے فرض ہیں وہ رکھیں۔ باقی چھوٹی عمر کے لڑکے نہ رکھیں۔ کیونکہ تمہارے لئے یہ دن طاقت حاصل کرنے کے ہیں۔

پس خوب یاد رکھو کہ ہر قسم کے اخلاق کی بنیاد اسی عمر میں پڑتی ہے اور اسوقت سے پڑتی ہے جبکہ ابھی بچے ننگے پھرا کرتے ہیں یہ مت خیال کرو کہ بڑے ہو کر اعلیٰ اخلاق پیدا کر لو گے۔ بلکہ وہ اسی عمر میں پیدا ہونگے۔ تم نے ریڈروں میں پڑھا ہو گا کہ نپولین یا نیلسن جو کہ یورپ کے بڑے لوگ ہیں وہ بڑے ہو کر نپولین اور نیلسن نہیں بنے تھے بلکہ وہ اسی وقت نپولین اور نیلسن بنے تھے۔ جبکہ ابھی وہ بچے ہی تھے اگر تم اسوقت کو کھو دو گے تو پھر یہ تمہارے ہاتھ نہیں آئیگا۔

ہندوستان کی موجودہ حالت

اسوقت ملک کی جو حالت ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ ہندو مسلمان سکھ عام طور پر یہ کہتے ہیں کہ پہلے ہم ہندوستانی ہیں۔ پھر ہندو یا مسلمان یا سکھ۔ لیکن یہ غلط ہے اور اسلئے ہے کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہندوستان پر حکومت کریں اور انگریزوں کو نکالدیں حالانکہ یہ طریق ٹھیک نہیں۔ فرض کرو اگر انگریز چلے جائیں۔ تو کیا ہندوستانی حکومت کر سکینگے ہرگز نہیں کیونکہ ابھی انکی اخلاقی حالت اچھی نہیں ۔

جب ہندوستان پر انگریزوں نے قبضہ کیا ہے تو انکو ایک قطرہ خون کا نہیں گرانا پڑا۔ کیونکہ ان میں حکومت کرنے کے اخلاق تھے۔ اور ہم میں نہ تھے۔ اب فرض کرو کہ انگریز چلے بھی جائیں تو انکی بجائے کوئی اور آجائیگا کیونکہ ابھی ہندوستانیوں میں اخلاق پیدا نہیں ہوئے۔ انگریزوں اور دیسیوں میں فرق ہے کہ جو کام ایک انگریز کے سپرد ہو گا وہ اسکو خواہ کسی وقت کرنا پڑے کریگا۔ وہ تمام دن لگا رہیگا راتوں کو جاگیگا۔ اور اسوقت تک آرام نہیں لیگا۔ جبتک اس کام کو کر نہ لیگا۔ مگر ہندوستانیوں میں عام طور پر اپنے فرائض کو ایسی عمدگی سے بجا لانے کی عادت نہیں۔ جنگ کے ایام میں انگریز ملازموں کے افسر تک ساری ساری رات جاگتے تھے۔ ضلع گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر نے اپنے بیرے کو کہہ رکھا تھا کہ انکو جس وقت تار آئے مجھکو فوراً اطلاع دو۔ لوگوں نے بتایا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ راتوں کو سوتا ہی نہیں چنانچہ ایک دفعہ رات کو تار آیا۔ پہرہ دار نے صاحب کو اطلاع دی۔ اسپر وہ خود اٹھکر آیا اور کہا کوئی تار آیا ہے۔ بیرے نے کہا آیا تھا مگر میں نے یہ سمجھکر کہ آپ آرام کر رہے ہونگے اطلاع نہ دی۔ اسنے کہا تم فوراً مجھکو بتا دیا کرو۔ لیکن ہندوستانیوں کی جب سلطنت گئی تو وہ عیش و عشرت میں مصروف تھے پھر قسطنطنیہ کے جو حصے بخرے ہوئے انکی وجہ بھی یہی اخلاق کی کمی ہے اگر ترکوں کی اخلاقی حالت اچھی ہوتی تو آج ان مسلمانوں کو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا ۔

ترکی افسروں کی غداریاں اور سلطنت کے جانے کا ایک سبب

جب ترکوں کے اخلاق اچھے تھے وہ فاتح تھے اور دنیا ان سے ڈرتی تھی لیکن اب جبکہ ان میں اعلیٰ اخلاق نہ رہے تو حکومت بھی نہ رہی۔ کیونکہ جب تک حکومت کرنے کے اخلاق نہ ہوں حکومت نہیں رہ سکتی۔ ٹرنسوال والوں نے انگریزوں کو شکست دی مگر وہ اس خوبی سے لڑے اور ایسے لڑے کہ باوجود مفتوح ہونیکے فتح انہی کی رہی انگریزوں نے معاہدہ میں لکھا کہ ہم تین سال میں تم کو ہوم رول دیدینگے چنانچہ تیسرے سال انہوں نے مکمل ہوم رول دیدیا۔ اب تم باہر جاؤ گے تو تمہارے کانوں میں خلافت خلافت کی بھی آواز پہنچیگی تمہارے لئے بہت آسان ہے کہ تمہارا ایک خلیفہ ہے اور انکی خلافت چلی آرہی ہے انکو کوئی کیا چھین سکتا ہے۔ باقی رہی ترکی حکومت سو اسکو اسی چیز کے نہ رہنے نے کھویا جسکے ہونے سے انہوں نے یورپ میں فتوحات حاصل کی تھیں اب انکے کمانڈروں کو رشوت کی ایسی لت ہو گئی ہے کہ حلیف کے افسروں سے مل جاتے ہیں اور اپنی ذات کیلئے رشوت لیکر دشمن کے آگے ہتھیار ڈالدیتے اور ملک کو تباہ کر دیتے ہیں۔ روس اور روم کی وہ پہلی جنگ جس میں ترکوں کو غالباً اول اول شکست ہوئی تھی۔ مگر اسوقت جبکہ ترکی فوجوں نے زار کی فوجوں کو بالکل بیدم کر دیا تھا حتی کہ زار کو اپنی افواج دیکھنے کیلئے خود آنا پڑا۔ ترک جرنیل نے جس نے لاکھ پونڈ روسیوں سے رشوۃ لیکر اپنی فتح کو شکست سے بدل لیا۔ زار اور اسکا باڈی گارڈ جب توپوں کی زد میں آیا تو توپخانہ کے افسر نے کہا کہ اسوقت مجھے گولہ باری کرنیکی اجازت دی جائے تاکہ میں سب کو فنا کر دوں لیکن جرنیل نے کہا ابھی ٹھہر جاؤ پھر گولہ باری کرنے کی اجازت طلب کی گئی لیکن وہی جواب ملا کہ ابھی ٹھہرو حتی کہ زار اور اسکے ساتھی زد سے نکل گئے۔ اسوقت اسنے کہا ہاں اب گولہ باری کرو۔ افسر توپخانہ نے کہا اب میں کیا کروں۔ اسیطرح جب بلقان میں جنگ ہوئی تو ترکی محکمہ جنگ کی طرف سے ترکی افواج کیلئے جو سامان حرب بھیجا گیا اسکے جب صندوق

گھسے گئے تو معلوم ہوا۔ اُنکی کارتوسوں کی بجائے لکڑی کے کارتوس نکال انہیں بھر تے اُنکی بھی یہی وجہ تھی کہ افسر خود روپیہ کھا گئے۔ پس جس ملک میں ایسے غدار حکمران ہوں وہ کسطرح تباہی سے بچ سکتا ہے اور جس قوم کا یہ کیرکٹر ہو کہ جو ظلم کرتی ہو وہ دنیا میں کیسے حکومت کر سکتی ہے ؛

اخلاص سے ہی اخلاق پیدا نہیں ہوتے

اخلاص بڑی اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ مگر محض اخلاص سے اخلاق پیدا نہیں ہوتے۔ بہت لوگ مخلص ہوتے ہیں مگر انمیں بعض اخلاقی کمزوریاں ہوتی ہیں اخلاق سیکھنے اور کوشش کرنے سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ اخلاق کو سیکھتے نہیں اگر ان سے اخلاق کے خلاف کوئی بات سرزد ہو تو انکے اخلاص پر حرف نہیں آسکتا۔ کیونکہ وہ مجبور ہیں۔ پس اگر حسن نگرانی کی جائے تو اس زمانہ میں عادات خواہشات پر غالب آجاتی ہیں۔ اور اگر ابتدا ہی سے اخلاق کی نگہداشت نہ کی جائے۔ ۳ اخلاق کے بگڑنے سے قومیں بگڑتی اور اخلاق کے درست ہونے سے قومیں سنورتی ہیں۔ تمہارے سامنے سب سے بڑا اور پہلا کام یہ ہے۔ کہ تم ابھی سے اپنی اخلاقی حالت کی درستی کی فکر کرو۔ اور ہر بات میں اخلاق سیکھنے کی کوشش کرو ◆

کھیلوں میں کیسے اخلاق سکھائے جاتے ہیں

اگر اس عمر میں بچوں کے اخلاق کی درستی کی طرف توجہ نہ کی گئی اور ان میں برے اخلاق کی بنیاد پڑ گئی۔ تو یہی بچے مذہب اور قوم کو بیچنے والے ہو جائیں گے۔ اس لئے بچوں میں ابھی سے اعلیٰ اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اور ان کی واجبی عزت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اس زمانہ میں جس قسم کی باتیں ان میں راسخ ہوں گی۔ وہی بڑے ہو کر ان سے ظہور میں آئیں گی۔ اسی زمانہ میں ان کو حکومت کرنی آئیگی۔ اسی میں ان کو دوسروں سے خوش معاملگی اور ایثار کرنا آئے گا۔ اور یہ معمولی معمولی باتوں سے ہو سکتا ہے۔ مثلاً اسی جلسہ تقریر میں ایک شخص ضعیف ہو۔ اونچا سنتا ہو۔ وہ اگر تمہارے پاس آئے۔ تو تم اس کے لئے جگہ چھوڑ دو۔ کمزور کی مدد کرو دوسروں کے فوائد کو مد نظر رکھو۔ جو لوگ دوسروں کے فوائد کو مد نظر نہیں رکھتے۔ انہی کے لئے تباہیاں آتی ہیں۔ لیکن وہ جو دوسروں کے فوائد کو مد نظر رکھتے ہیں۔ وہ دراصل اپنا نقصان نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا بھی فائدہ ہوتا ہے

جھوٹ سے بچو

دوسرے جھوٹ کا مادہ تباہ کن ہوتا ہے۔ اور اسی وقت اس کی بنیاد پڑتی ہے۔ مثلاً تم کسی موقع پر سستی کرتے ہو۔ جس پر سپرنٹنڈنٹ تمہیں سزا دینے لگتا ہے۔ مگر تم اس غلطی سے انکار کرتے ہو۔ حالانکہ تمہاری غلطی ہوتی ہے۔ اس وقت تمہیں جھوٹ بول کر سزا سے بچنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ برداشت کرنا چاہیئے لیکن اگر نہیں کرو گے۔ اس کا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ جب کبھی تمہارے آگے مصیبت آئے گی۔ تم گھبرا جاؤ گے اور مردانگی سے اس کو برداشت نہ کر سکو گے۔ اور جھوٹ بول کر اس کو ٹالنا چاہو گے۔ پس اگر تمہاری غلطی ہو تو قبول کرنا چاہیئے۔ اسی طرح ہر معاملہ میں سچ بولنا چاہیئے ◆

یورپ کا ایشیا پر اعتراض

عام طور پر یورپ والے ایشیائیوں کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ ہم ان سے کیا معاملہ کریں۔ یہ لوگ جھوٹ کے عادی ہوتے ہیں ہندوستانیوں پر بھی یہ عیب لگایا جاتا ہے۔ ہندوستانی سچے ہوتے ہیں۔ مگر ذاتی معاملات میں ان سے یہ کمزوری ہو جاتی ہے۔ اس اعتراض کا کہ ہندوستانی جھوٹے ہوتے ہیں۔ لطیفہ کے طور پر ہندوستانیوں نے یہ جواب دیا ہے کہ

جھوٹے ہیں ہم تو آپ ہیں جھوٹوں کے بادشاہ

یورپ کے لوگ معاملات میں جھوٹ نہیں بولتے۔ اس لئے عدالتوں کو اپنا کام کرنے میں نہایت آسانی ہوتی ہے وہاں جو کچھ لوگ دیکھتے ہیں۔ اس کی گواہی دیدیتے ہیں مگر برخلاف اس کے ہندوستان کی عدالتوں میں یہ ہوتا ہے کہ دوست کی خاطر صداقت کو چھپاتے ہیں ◆

فرض منصبی ادا کرو

تیسرے فرض منصبی کی ادائیگی کا خیال رکھو۔ یہ بات بھی بچپن میں ہی سیکھی جاسکتی ہے۔ کھیل میں تمہیں جہاں لگایا جائے وہاں کے فرائض خوب ادا کرو۔ اور جب تمہیں ان کے ادا کرنے کی عادت ہوگی۔ تو بڑے ہو کر جو کام تمہارے سپرد کئے جائیں گے۔ تم ان کے کرنے میں کاہل اور نافرض شناس نہیں ہوگے۔ یورپ کے لوگوں کی یہ کیفیت ہے۔ کہ جہاں ان کو لگا دو۔ جان جائیگی مگر فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں ہوگی۔ ہندوستانی فوجیں جو انگریزوں کے زیر تربیت رہتی ہیں۔ ان کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ کہتے ہیں۔ ایک خاص قوم کی بھرتی کی گئی۔ اور اس کو ایک محمرکہ کے مقام پر قبضہ کرنے کیلئے بھیجا جانے لگا۔ تو انہوں نے کہا۔ ہمارے ساتھ ایک محافظ خوجی دستہ بھی ہونا چاہیئے۔ سرکار نے کہا کہ تمہیں تنخواہ کس کام کی دی جاتی ہے۔ یہ ان کی تربیت کا نقص تھا۔ رسول کریم کے زمانہ میں مسلمانوں کی یہ حالت تھی۔ کہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں جان دیدیتے تھے۔ اور ان کو جس کام پر لگایا جاتا تھا۔ پورا کرتے تھے۔ مگر آج کل کہتے ہیں۔ جب تک افسر نہ ہوں فرائض ادا نہیں کئے جاسکتے۔ اور ماتحتی کو ذلت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ جو ماتحتی میں کام نہیں کرسکتا وہ افسر ہو کر بھی کام کا اہل نہیں ہوتا ◆

ایفاء عہد

چہارم ایفاء عہد ہے۔ یہ عادت بھی اسی عمر میں پڑتی ہے۔ اگر تمہیں تمہارا استاد یا تمہارا ہم جماعت کہتا ہے۔ کہ فلاں وقت مجھ سے پڑھو یا آکر میرے ساتھ کھیلو۔ اور تم وعدہ کرتے ہو۔ تو خواہ کچھ ہو اس کو پورا کرو۔ یہاں یہ مراد نہیں۔ کہ اگر تمہارا ہم جماعت یا کوئی اور لڑکا تمہیں کسی شرارت کے کام کے لئے کہے۔ مثلاً یہ کہ فلاں کو ماریں تو یہ کوئی عہد نہیں۔ لیکن اگر تم اس وقت عہد کے نباہنے کی کوشش نہیں کرو گے۔ تو تمہیں عادت پڑ جائیگی۔ کہ معمولی معمولی باتوں پر عہد کو توڑ دیا کرو گے۔ پس جو عہد کرو۔ اس کو جان کے ساتھ نبھاؤ۔ اور اس کی ابھی سے عادت ڈالو۔

اطاعت

پنجم اطاعت ہے۔ یہ بھی ترقی کرنے والی قوم میں ہونی چاہیئے۔ اور یہ بھی بچپن میں ہی پیدا ہوا کرتی ہے۔ ماں۔ باپ کی اطاعت۔ استاد کی اطاعت۔ حاکم کی اطاعت۔ بزرگوں کی اطاعت۔ اگر تم میں اطاعت کا مادہ ہوگا۔ تو تم فاتح ہو سکتے ہو۔ ورنہ اطاعت کے نہ ہونے سے بہت ترقیوں کے موقعہ تم سے کھوئے جائیں گے۔ پس اطاعت تکلیف اٹھا کر بھی کرو ◆

یورپ نے سٹرائکیں کب شروع کیں

یہ وہ اخلاق ہیں۔ جنہیں سیکھ کر دنیا نے ترقی کی۔ اور جس قوم میں ان اخلاق کی کمی ہو جائے۔ اس کے متعلق سمجھو۔ کہ اس کی بربادی کے دن آگئے۔ آج کل کہتے ہیں۔ کہ سٹرائکوں میں ترقی ہے۔ اور یورپ والے

۳ - اخلاق درست ہونے سے قومیں سنورتی اور

سٹرائکیں کرتے ہیں - مگر وہ یہ نہیں جانتے - کہ یورپ میں سٹرائکوں کا سلسلہ کب چلا - اسی وقت سے جب سے کہ یورپ خود تباہی اور بربادی کی طرف جارہا ہے +

یورپ کی خوبیوں کی نقل کرو

اہل یورپ کی ہزاروں خوبیاں چھوڑ کر انکی خراب عادتوں کی نقل کرنا بہت ہی بڑی غلطی ہے اس کی ایسی ہی مثال ہے - کہ ایک بوڑھا جب گرتا ہے تو ایک نوجوان بھی گرنے لگے - اس کو کہا جائے - کہ کیوں تو وہ کہے کہ جب بوڑھا تجربہ کار گر گیا ہے - تو میں کیوں نہ گروں - پس نادان ہیں وہ جو سٹرائکوں کو ترقی کا ذریعہ سمجھتے ہیں - کیونکہ یورپ میں سٹرائکیں اس وقت شروع ہوئی ہیں - جب یورپ کا قدم انحطاط و تنزل کی طرف اٹھنے لگا ہے - یورپ نے جن باتوں سے ترقی کی وہ یہ تھیں - کہ ان میں ایثار تھا - ہمدردی تھی - اطاعت تھی - اب وہ جو سٹرائکیں کرتے ہیں - ان کی مثال ایسی ہی ہے - جیسے کہ پہاڑ پر سے نیچے گرنے لگے - لیکن اگر ہندوستانی بھی سٹرائکیں کرتے ہیں - تو ان کی مثال ایسی ہی ہے - جیسے کوئی گڑھے میں پڑا ہوا اور نیچے کی طرف جانے لگے +

خاص احمدی بچوں کے لئے نصیحت

یوں تو میں نے وہ نصائح کی ہے - جو ہمارے سکول کے ہندو سکھ غیر احمدی بچوں کے لئے بھی مفید ہو سکتی ہیں - اب میں یہ بتانے لگا ہوں کہ ہمارے احمدی لڑکوں کو کیا کرنا چاہیئے انکو خدا کا شکر گذار ہونا چاہیئے - کہ ان کو اللہ تعالےٰ نے زندہ مذہب دیا ہے - اور ان کا خدا ہمیشہ اپنے پاک اور پیارے بندوں سے بولنے والا خدا ہے - پس وہ خدا جو ایسا زندہ خدا ہے - ہمیں اس کے بندے ہو کر زندہ ہونا چاہیئے - ہم میں ایسی گرمی ہونی چاہیئے - کہ جس سے ہم دوسرے سرد لوگوں میں بھی گرمی پیدا کر سکیں ہم نے بچپن میں ہی خدمت دین شروع کی - اور یہ اللہ کا فضل ہے - کہ میری عمر سترہ برس کی تھی جب میں نے رسالہ تشحیذ نکالا ہے - اس وقت مراد آباد کے ایک پرانے اور مشہور اخبار نے ریویو لکھا تھا - کہ ہندی رسالوں میں یہ رسالہ دوسرے نمبر پر ہے - اور اوّل نمبر پر ہمارے ریویو کو مانا تھا - پس تم زندہ خدا سے تعلق پیدا کرو - اور ایسی حالت پیدا کرو - کہ اگر تمہیں خدا کے لئے جان بھی دینا پڑے تو دے دو - ماں باپ چھوڑنے پڑیں تو چھوڑ دو - غرض کوئی بڑی سے بڑی چیز تمہارے لئے خدا کے مقابلہ میں روک نہیں ہونی چاہیئے - اگر اپنے آپ کو خدا ہی کیلئے کردو گے - تو خدا ہر میدان میں تمہارے ساتھ ہو گا +

تقریر کا خلاصہ

میں نے تمہیں ایسی نصائح کی ہیں جو اگرچہ تمہارے اس وقت زیادہ کام نہ آئیں - لیکن ایک وقت تمہیں یہ فائدہ دینگی - اگر تم ان پر عمل کرو گے - اگرچہ آج تم کمزور ہو - مگر تم طاقتور ہو گے - پس تم آج ہی سے فاتح بننا حاکم بننا - اور خدا کے اطاعت گذار اور قوم کے خدمت گذار اور ایثار کرنے والے اور فرائض شناس اور عہد کو پورا کرنے والے اور سچے بننے کی کوشش کرو - اور اعلیٰ اخلاق سیکھو - جب تک یہ اخلاق نہیں ہوں گے - کچھ نہیں ہو گا - آج لوگ جہاد کرنا چاہتے ہیں - مگر جب ان کے اعلےٰ اخلاق ہی نہیں - وہ کیا کریں گے - مشہور ہے - کہ چوہوں نے مشورہ کیا - کہ بلی ہمیں بہت تکلیف دیتی ہے - اس کے ظلموں کا سدباب ہونا چاہیئے - اس کیلئے ان کی ایک کمیٹی ہوئی - کسی نے کہا میں اس کے کان پکڑوں گا کسی نے کہا - میں ٹانگ پکڑوں گا - کسی نے کہا میں دم پکڑوں گا - اسی طرح بہت سوں نے اپنی اپنی خدمات پیش کیں - اور بلی کو مارنے کیلئے تیار ہو گئے - لیکن بعد میں ایک بوڑھے چوہے نے کہا - کہ یہ تو سب کچھ ہو گا - مگر اس کی میاؤں کو کون روکے گا - یہ سن کر سب ٹھنڈے ہو گئے - تو جب تک کسی قوم کی اخلاقی حالت ہی اچھی نہ ہو - اس وقت تک وہ کسی کا مقابلہ نہیں کر سکتی - کیونکہ جن باتوں کی ضرورت ہوتی ہے - ان کا اس قوم میں فقدان ہوتا ہے - پس چاہیئے کہ تم ابھی سے غریبوں کی مدد لنگڑوں لولوں کی خدمت کرو مثلاً اس طرح کہ وہ راستہ میں ہوں - تو تم ان کو اپنے ساتھ لے لو - ہمسایوں کی مدد اور کمزوروں پر رحم کرو - اس سے تمہاری اخلاقی بنیاد مضبوط اور درست ہو گی - اور استادوں کے لئے یہ نصیحت ہے - کہ وہ بھی ہر نصیحت کا نمونہ بن کے دکھائیں جب اخلاص کے ساتھ تربیت مل جاتی ہے - تو پھر کسی قوم کی ترقی کو خدا کے فضل سے کوئی چیز نہیں روک سکتی +

"محی الملّت والدین"

مذکورہ بالا جملہ پر ان دنوں اخبارات میں مختلف مضامین نکل رہے ہیں - اس میں کچھ شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت فرمانروائے دکن کی شان اس سے اعلیٰ ہے - کہ ہندوستان کے علماء کے خطاب کے محتاج ہوں - بلکہ ان علماء کی عزت افزائی تھی - کہ اعلیٰ حضرت نے ان کے پیش کردہ تحفہ کو نظر خوشنودی سے دیکھا - لیکن باوجود اسکے کبھی آپ نے اپنے نام نامی کے ساتھ استعمال نہیں فرمایا - اور جن خوبیوں کی بنا پر علماء نے اعلیٰ حضرت کو یہ خطاب دیا تھا - وہ تو ان میں اب تک موجود ہیں پس علماء کے اس خطاب واپس لینے سے اعلیٰ حضرت کی ذات والاصفات میں تو کچھ فرق نہیں آتا - کیونکہ جو طرز عمل شروع سے لیکر آجتک اعلیٰ حضرت نے اختیار فرمایا ہے - وہ وہی ہے - جو کہ ایک روشن ضمیر بیدار مغز فرض شناس اور فہیم بادشاہ کی شان کے لائق تھا - اعلےٰ حضرت نے ترکی کے حقوق کی گورنمنٹ انگریزی کے پاس سفارش کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی - لیکن اب جبکہ اتحادی ملکوں نے ملک ٹرکی کی بابت فیصلہ کر دیا ہے - تو وہ بطور سرکار انگریزی کے ایک وفادار معاون Faithful ally ہونے کے کسطرح اسبات کو گوارا کر سکتے ہیں - کہ سرکار انگریزی کے برخلاف جو جدوجہد ہو رہی ہے - اس میں حصہ لیں +

اسوقت ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے یہی طرز عمل مناسب ہے - جو کہ اعلےٰ حضرت نے اختیار فرمایا ہے - اور ظفر علی ایڈیٹر زمیندار نے (جو کہ ایک مدت سے حیدرآباد کا نمک خوار ہے - اور جس کا وظیفہ حال میں سرکار حیدرآباد نے بعض معقول وجوہات کی بنا پر بند کر دیا -) جو الزام حیدرآباد کے وزیر اعظم سر علی امام کی ذات والاصفات پر لگایا ہے - کہ انہوں نے انگریزوں کو

عُلمائے اہلحدیث سے ضروری استفسارات

(نمبر ۲)

(۲) کیا وجہ ہے کہ بخاری کی کتاب التفسیر میں متوفیک اور فلما توفیتنی کے معانی سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وآلہ سے ممیتک اور فلما امتنی تو مروی ہیں۔ لیکن رافعک الی اور بل رفعہ اللہ کی آیات کے معانی مطلق بیان نہیں ہوئے۔ حالانکہ حسب عقیدہ غیر احمدیاں مسیح علیہ السلام کا رفع بجسدہ العنصری ان کے نزول جسمانی سے ثابت ہونا مقدم ہے؟ کیا یہ سکوت اس امر کی بین دلیل نہیں ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام کی وفات کا عقیدہ ضروری تہا۔ اسی واسطے اسی کی تشریح کی گئی اور ساتھ ہی یہ کہ رفع مسیح بعد الممات صحیح ہے۔ جو لامحالہ روحانی ماننا چاہیئے نہ کہ جسمانی؟

(۳) جیسے کہ وفات مسیح کا ذکر بصراحت تمام بعض احادیث میں آچکا ہے۔ اور عوام کو چھوڑ کر اکثر محققین کا عقیدہ بھی علیٰ ہذا القیاس کتب معتبرہ سے ثابت ہے۔ مثلاً

حدیث (۱) ان عیسیٰ بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ بحوالہ الطبرانی ورجالہ ثقات ولہ طرق۔ (حجج الکرامہ صـ ۴۲۸) اور بالفاظ ان عیسیٰ عاش مائۃ و عشرین سنۃ بحوالہ المستدرک (اصابہ جلد ۵ صـ ۱۰۱) اور بالفاظ وان عیسیٰ اخی کان عمرہ عشرین ومائۃ سنۃ (تفسیر ابن جریر جلد ۳ صـ ۱۶۴ زیر آیت واذ قالت الملائکۃ یامریم ان اللہ اصطفٰک الخ

حدیث (۲) لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیّین لما وسعھما الا اتباعی۔ تفسیر ترجمان القرآن نواب صدیق حسن خان صاحب صـ ۲۶۱ بحوالہ تفسیر ابن کثیر زیر آیت میثاق النبیین و کتاب الیواقیت والجواہر امام شعرانی مطبوعہ مصر صـ ۱۷۲

قول امام مالک۔ والاکثران عیسیٰ لم یمت و قال مالک مات وھو ابن ثلث وثلثین سنۃ دیکھو مجمع البحار جلد اول زیر لفظ حکم صـ ۲۸۶۔

قول علامہ ابن حزم۔ وتمسک ابن حزم بظاھر الآیۃ وقال بموتہ۔ دیکھو تفسیر جلالین مع الکمالین زیر آیت فلما توفیتنی۔ بین السطور متن۔

کیا اسی طرح رفع جسمی مسیح کا ثبوت بھی بخاری ومسلم یا دوسری حدیثوں میں سے آپ پیش کر سکتے ہیں؟

(۴) رفع مسیح کا پہلا زینہ عقیدہ القائے شبہ ہے یعنی یہ کہ کسی دوست یا دشمن کی صورت شکل بعینہٖ مسیح کی سی کی گئی اور اسی کو درحقیقت یہود نے مصلوب کر دیا۔ خود مسیح علیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے۔ کیا اسی عقیدہ کو کسی حدیث سے آپ صاحبان صحیح ثابت کر سکتے ہیں؟ اور جبکہ ابو حیان جیسے گرامی قدر مفسر صدر اسلام سے اس عقیدہ کا بے بنیاد ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ تو بھی آپ لوگ بدستور اس کے قائل چلے آتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ قال ابوحیان لم نعلم کیفیۃ القتل ولا من القی علیہ الشبہ ولم یصح بذالک حدیث دیکھو تفسیر جمل زیر آیت انا قتلنا المسیح۔ مطبوعہ مصر صـ ۴۶۵

(۵) حافظ ابن القیم اور صاحب تفسیر الجمل اور اسی طرح نواب صدیق حسن خان صاحب وغیرہ محققین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام کا رفع بعمر ۳۳ نہیں ہوا۔ بلکہ احادیث نبویہ کے رو سے ان کا رفع ۱۲۰ برس کی عمر میں ہوا ہے۔ ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل:۔

(۱) واما ما یذکر عن المسیح انہ رفع الی السماء ولہ ثلث وثلثون سنۃ فھذا لا یعرف لہ اثر متصل یجب المصیر الیہ۔ دیکھو زاد المعاد۔ مطبوعہ نظامی کانپور ۱۲۹۸ھ صـ ۱۹ فصل فی مبعثہ۔

(۲) شامی نے کہا۔ قول ابن القیم کا ٹھیک ہے۔ اور وہ روایت (۳۳ سال والی) نصاریٰ کی ہے۔ احادیث نبویہ میں رفع اکا بعمر یک صد و بست سال آیا ہے۔ ترجمان القرآن صـ ۷۸۵ سطر ۲۱ و حجج الکرامہ۔

(۳) صاحب تفسیر جمل فرماتے ہیں۔ بحوالہ زرقانی شرح مواہب و زاد المعاد و شامی۔ فان ذالک انما یروی عن النصاریٰ والمصرح بہ فی الاحادیث النبویۃ انہ انما رفع وھو ابن مائۃ وعشرین سنۃ۔ مطبوعہ مصر ۱۲۹۶ھ جلد اول صـ ۲۹۵ ونیز جلد اول صـ ۲۸۷ ونیز کمالین حاشیہ جلالین مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۰۶ھ صـ ۵

اب دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ وہ کونسی احادیث صریحہ نبویہ ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام کا رفع بعمر ۱۲۰ سال ہوا۔ نواب صدیق حسن خان صاحب نے حجج الکرامہ وغیرہ میں رفع بعمر ۱۲۰ سال کے ثبوت میں جو حدیث پیش کی ہے۔ وہ وہی طبرانی اور مستدرک اور اصابہ والی حدیث ہے۔ جو استفسار نمبر ۳ میں معہ حوالہ درج کی گئی ہے۔ یعنے ان عیسیٰ بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ۔ لیکن اس سے تو وفات مسیح ابن مریم ثابت ہوتی ہے۔ نہ کہ رفع مسیح۔ کیونکہ عیش کے معنے۔ لغت عرب میں زندگی کے ہیں۔ نہ کہ رفع کے۔ عیش زندگانی معاش معیشۃ زندگانی زیستن عیشۃ راضیۃ زیستنی پسندیدہ (صراح) العیش الحیاۃ (قاموس) من خیر معاش الناس اے عیشھم وھو الحیوۃ (مجمع البحار) عاشت فاطمۃ بعدہٗ سبعین یوماً۔ فتح الباری مطبوعہ مصر جزء ۱۷ صـ ۱ انما عاشت فاطمۃ بعد النبی صلے اللہ علیہ وسلم اشھراً۔ ترمذی مطبوعہ فخر المطابع دہلی صـ ۶ حفر خندق کے ذکر میں مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللھم لا عیش الا عیش الاٰخرۃ فاغفر للانصار والمھاجرین۔ ترمذی باب مناقب سہل بن سعد صـ ۶۳۴

کیا لغت عرب کے رو سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ کہ عاش بمعنی رفع ہے۔ جب نہیں ہے۔ تو اس حدیث ان عیسیٰ بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ کی صحت اور نیز بغیر وفات مسیح ابن مریم علیہما السلام کوئی اور اس کا مفہوم ہو سکتا ہے؟

خادم حسین۔ منصوری

روزانہ "الفضل"

الفضل کے روزانہ کرنے کی تحریک پر ماسٹر اللہ دتا صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل سکول احمد نگر نے حسب ذیل رباعی بھیجی ہے:۔

تو اے الفضل پیک خوش خصالی + پیام ما لسانہ زود زود آر
نہ دیدار تو یکبارم پسند است + بیا در روز جاں بخش صد بار

نامۂ لنڈن

(نوشتہ مولوی عبدالرحیم صاحب نیر - یکم جولائی ۱۹۲۰ء)

مسٹر جیمز ولیم لیڈر کا اسلام

ہائڈ پارک میں تقریریں

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہائڈ پارک میں تقریریں اہالیان لنڈن کی توجہ کو جذب کرنے کا باعث ہو رہی ہے۔ اور بدھ ہفتہ اور ایتوار کے اجلاس لنڈن کے سمجھدار مرد و عورتوں کی معقول تعداد کو پیغام اسلام پہنچانے کا موثر ذریعہ ہو رہے ہیں لوگوں کے شوق کا یہ عالم ہے۔ کہ بعض مرد و عورتیں متواتر جلسوں میں عین وقت پر پہنچ جاتے ہیں۔ اور پانچ پانچ گھنٹے برابر کھڑے رہتے ہیں لوگوں میں تحقیقات کا شوق ہو رہا ہے۔ بعض گھر پر آتے ہیں۔ بعض پتہ دے جاتے ہیں۔ کہ انکو لٹریچر بھیجا جائے۔ سوالات و جوابات نہایت دلچسپ رنگ اختیار کرتے ہیں۔ چودہری صاحب کے معقول مسکت جوابات اکثر ذہین تعلیم یافتہ لوگوں سے خراج تحسین وصول کرتے ہیں۔

مسٹر لیڈر کا قبول اسلام

مسٹر جیمز ڈبلیو لیڈر جن کا الفضل کے کسی گذشتہ خط میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ اور جو مبلغین احمدیت سے ملتے۔ اور حضرت اقدس مسیح موعود کے پیغام میں دلچسپی لیتے رہے ہیں۔ اور جنہوں نے رومن کیتھولک یا دری ہونے سے صرف اس لئے انکار کیا تھا۔ کہ وہ اس مذہب کے بعض اصولوں کو قبول کرنا ضمیر کے خلاف سمجھتے تھے۔ آخرش غور و دعا قرآن پاک کے مطالعہ کے بعد سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

ان کے اسلام کی کیفیت انشاء اللہ مفصل اگلے ہفتہ لکھی جائیگی۔

ہمارے معزز ملاقاتی

ہفتہ رواں میں احمدیوں کے علاوہ جو لوگ دارالتبلیغ احمدیہ میں ملاقات کے لئے آئے۔ انمیں سے قابل ذکر ڈاکٹر ہنری مصطفےٰ لیون ایم اے و میڈم مریم لیون ایم اے مسٹر ہاڈ مور خضر محمد سلمان شملانخ۔ مسٹر محمد عثمان فشر بار ایٹ لاء مسٹر حسن روشر۔ ریورنڈ ڈاکٹر کیپٹن بر نیڈن ڈی ایس سی۔ بی۔ ڈی ہیں۔

انگلستان آنے کے خواہشمند لوگ۔

جن اصحاب کے قلوب میں دین حقہ اسلام اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو پہنچانے کی تڑپ ہے۔ اور جو ان جزائر کی طرف آنے کا ارادہ کر چکے یا کر رہے ہیں۔ وہ خوب یاد رکھیں کہ اس ملک کی رہایش بہت مشکلات سے پُر ہے روپیہ پیسہ اور پونڈ روپیہ ہے۔ ہر چیز گراں ہے۔ مفت پیشاب کرنے کی جگہ بھی نہیں ملتی۔ ایک آنہ صرف ہوتا ہے۔ گرانی دن بدن بڑھ رہی ہے غیر ملکی لوگوں کے لئے ملازمت کے دروازے بند ہیں۔ پرانے ہندوستانی جو باورچی یا برتن مانجھنے کا کام کر کے معقول رقم دوران جنگ میں کما لیتے تھے وہ بے کار بے روزگار مارے مارے پھرتے ہیں۔ بعض جگہ انگریزوں کو دوسرے ملک کے لوگوں سے تعصب بھی ہے۔

بعض لوگ پھیری وغیرہ کر کے روٹی کماتے تھے مگر اس میں بھی اب دقتیں ہیں۔ پہلے تو لائسنس کی دقت ہے۔ اس کے بعد ہندوستانی سے مال خریدنا اُمراء پر گراں گذرتا ہے۔ غرباء کے محلوں میں شریف ہندوستانی کو جاتے وقت اور عورتوں سے معاملہ کرتے ہوئے خود شرم معلوم ہوتی ہے اسپر طرفہ یہ کہ اگر روزانہ کافی فروخت نہ ہو۔ تو سرمایہ کو کھانا پڑتا ہے۔

ہمارے دوست بابو عزیز الدین صاحب کو ان مشکلات کا سامنا ہوا۔ اور اگر انجمن کا فیصلہ برادرس کی دوکان میں حصہ نہ ہوتا۔ اور اگر ان کو وہاں ملازمت نہ ملجاتی تو ان کے لئے سوائے اسکے اور کوئی صورت نہ تھی کہ دارالدعوۃ میں آکر قیام کرتے اور ترقی اسلام کو ان کی تنخواہ دینی پڑتی۔

پس انگلستان آنے والے دوست محض توکل پر آنے کا ارادہ نہ کریں۔ بلکہ سرمایہ کی مضبوط رسی سے اونٹ کا پاؤں باندھنے کی فکر کریں۔ اور احمدی احباب کے لئے تو صرف یہ کافی ہے۔ کہ وہ اپنے نیک ارادوں کا اپنے امام کے سامنے اظہار کر دیں۔ جسے وہ بھیجنا چاہیں گے اسکے لئے باوجود مشکلات اللہ تعالےٰ سامان پیدا کر دیگا۔

وفات عیسیٰ علیہ السلام

نواب اعظم یار جنگ مولوی محمد چراغ علیخان صاحب مرحوم کی شہادت

بل رفعہ اللہ الیہ۔ بلکہ خدا نے انکو اپنی طرف اٹھا لیا۔ خدا کی طرف جانا یا اٹھایا جانا ایسا ہی ہے۔ جیسے حضرت ابراہیم نے فرمایا:۔ انی ذاھب الیٰ ربی (صافات ۹۷) اور مہاجرین کی نسبت کہا ہے۔ ومن یخرج من بیتہ مہاجراً الی اللہ (نساء ۱۰۱)

یہ بات تعظیم و تشریف و تفخیم کے طور پر کہی جاتی ہے۔ نہ یہ کہ وہ درحقیقت آسمان کی طرف کو بادلوں میں اڑتے ہوئے نظر آئے اور کسی آسمان پر جا بیٹھے۔ ان باتوں کی ہمارے ہاں کچھ اصل نہیں ہے۔ بعد میں حضرت عیسیٰ یقیناً مر گئے جس کی خبر قرآن مجید میں دوسری جگہ دیگئی ہے۔ اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی (آل عمران ۴۸) جس کی تفسیر میں مفسرین نے بہت کچھ پس و پیش کیا ہے بلکہ اس کو الٹ دیا ہے۔ وہ یوں پڑھتے ہیں۔ رافعک الی و متوفیک۔ مگر اصلی قرآن کی تو یہ عبارت نہیں ہے اگر مفسرین نے کوئی قرآن بنایا ہو۔ تو اسمیں ہوگی۔ پھر دوسری جگہ اور بھی صاف ہے۔ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم (مائدہ ۱۱۷۔۵) کہ حضرت عیسیٰ جناب باری سے عرض کرینگے کہ جب تو نے مجھے وفات دی۔ تب تو ان پر نگہبان رہا۔ ان دونوں آیتوں میں وفات کا ذکر ہے اور یہ موت کی دلیل ہے۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا (زمر ۴۳) پس انکی وفات کی خبر بہت صاف ہے۔" (تہذیب الاخلاق جلد ۳ صفحہ ۱۸۴)

مرسلہ خاکسار غلام حسین احمدی۔ احمد نگر۔ ضلع گوجرانوالہ

آریہ صاحبان سے چند سوالات اور پانصد روپیہ انعام۔

(گذشتہ سے پیوستہ)

ساتواں سوال سوامی جی کی اخلاقی تعلیم کا نمونہ

ہمارے ناظرین سوامی دیانند جی مہاراج کی بتلائی ہوئی نیوگ کی تعلیم سے تو ضرور واقف ہونگے۔ اس لئے اس کو یہاں دہرانا غیر ضروری ہے۔ ہاں آج ہم اس سے بھی بڑھ چڑھ کے مہرشی دیانند کی فرمودہ تعلیم آپ کو بتلاتے ہیں۔ اُمید ہے۔ کہ اس کو پڑھ کر آریہ گزٹ کا فاضل ایڈیٹر اس پر ضرور روشنی ڈالیگا۔

"دوسرے دن سوامی جی نے مورتی پوجا کھنڈن (تردید بت پرستی) پر لیکچر دیا۔ اس میں (حضرت) محمود غزنوی (غازی اسلام رحمۃ) کا آنا اور اُسکے حملوں سے دیش کی دھن (ملک کی دولت) کی ہانی (نقصان) کا مفصل برنن (بیان) کیا۔ (معلوم نہیں غازی اسلام سوامی جی اور ان کے چیلوں کے دل میں کیوں کھٹکتا رہتا ہے۔ حالانکہ وہ توحید کا حامی و شیدا تھا۔ اگر اس سے کچھ ہوا تو یہی کہ اس نے بت پرستی کی جگہ وحدت پرستی کی تعلیم دی۔ اور یہی نصب العین آریہ سماج اپنا بتاتا ہے) اور مندروں میں عورتوں کے جانے اور وہاں درد شا (بری حالت) کا بیان فرمایا۔ جس میں (دوران لیکچر میں) کسی شخص نے مکان کی چھت پر جانب مغرب سے یہ سوال کیا۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ استری (عورت) کو اُچت (مناسب) ہے۔ کہ ایک ہی بار اپنے پتی (خاوند) کے پاس جائے۔ یعنی زنا نہ کرے۔ مگر جس کا پتی (خاوند) طوائف (کنچنی) کے پاس جائے۔ اس کی عورت کیا کرے۔ انہوں (سوامی جی نے) نے کہا۔ کہ اس کی عورت بھی ایک اور مضبوط سا آدمی رکھ لے۔"

(سوانح عمری کلاں اردو مرتبہ پنڈت لیکھرام صفحہ ۳۵۵)

اس تعلیم پر ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ عبارت کے آخری الفاظ آپ ہی اپنی تفسیر و تشریح کر کرکے سوامی جی کی عدل و انصاف اور اعلیٰ اخلاق سے مملو تعلیم کا پتہ بتلا رہے ہیں۔

۸ آٹھواں سوال گانا بجانا

"انسانوں کو چاہیئے۔ کہ ہنسی اور ٹھٹا وغیرہ گناہوں کو چھوڑ اور گانے بجانے کی تعلیم کو حاصل کرکے خوش ہوں۔"

(تفسیر یجروید ہندی صفحہ ۱۳۰۹ ادھیاو ۳۰ منتر جلد دوم)

اس جگہ تو آریوں کے مکرم و معظم رشی نے وید منتر کی تفسیر کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے۔ کہ لوگ گانے بجانے کی تعلیم حاصل کرکے خوش ہوں۔ یہ پرمیشور کا حکم ہے مگر اپنے تصنیف کردہ پانچویں وید ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۶۶ میں گانے بجانے کی مذمت کی ہے فرماتے ہیں۔ کہ

"نفسانی لذتوں سے پیدا ہوئے عیبوں کا شمار سنیئے۔ شکار کھیلنا۔ ... ... جھنگ چرس وغیرہ کا استعمال گانا بجانا۔ ناچنا یا ناچ کرانا سننا اور دیکھنا الخ۔"

اس جگہ گانا بجانا کو نفسانی لذات سے پیدا شدہ عیب قرار دیا ہے۔ اب دیانندی دوست خود ہی بتلائیں کہ وید منتر کی تفسیر کرتے ہوئے سوامی جی نے جو لکھا ہے وہ درست و راست ہے یا ستیارتھ پرکاش کا فرمایا ہوا درست ہے۔ جواب باصواب دیجئے۔ ورنہ سوامی جی کے کلام میں تضاد و تناقص ماننا پڑے گا۔ اور یہ امر بہت ہی برا ہے۔ کیونکہ خود سوامی جی مہاراج بھی ستیارتھ اردو صفحہ ۵۹۱ پر فرما چکے ہیں۔ "ایک دوسرے کے متضاد باتیں پاگلوں کی بکواس کی مانند ہوتی ہیں۔"

۹ نواں سوال شری اُستراجی مہاراج سے پرارتھنا

"اے استرے تو سندر روپ ہے۔ تیرا اسپادک فولاد کی طرح لوہا ہے۔ تیرے لئے ہم عزت کرتے ہیں۔ ایشور کرے تو تکلیف نہ دے۔

(۲) اے سخت لوہے والے استرے ایشور کرے۔ تو اس بچہ کو تکلیف نہ پہونچائے۔"

(سنسکار ودھی مصنفہ سوامی دیانند صفحہ ۲۰۵ و ۳۰۶)

ایں چہ بوالعجبی است۔ سناتن دہرمیوں کو کہا جاتا ہے۔ کہ بے جان اشیاء سے ہرگز پرارتھنا (استدعا) نہ کرو۔ وہ بیچارے بت وغیرہ تمہاری باتیں ہی نہیں سن سکتے۔ تو تمہیں کیا فائدہ دیں گے۔ اور اس بات کو لے کر آئے دن طعنہ زنی کیجاتی ہے۔ پھبتیاں اڑائی جاتی ہیں۔ مگر افسوس اپنے گھر کی خبر نہیں۔ سچ کہا ہے کسی نے

خود را فضیحت دیگراں را نصیحت

۱۰ دسواں سوال ایشور کی حقیقت

"جس کے لئے ہے۔ جگدیشور! ... میں اور آپ پڑھنے پڑھانے بارے دونوں محبت کے ساتھ مل کر عالم و دیندار ہوں۔ کہ جس سے دونوں کا علم ہمیشہ بڑھتا رہے۔" (دیانندی تفسیر یجروید صفحہ ۱۳۷)

بہت خوب آریہ سماج کے فاضل ممبرو! اس وید منتر کی عبارت کو دیکھو۔ اس میں انسانوں کی طرح (نعوذ باللہ من ذالک) پرمیشور کو بھی بے علم اور تقوی میں کمزور بتلاتا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ معزز آریہ صاحبان بتلایئے۔ کیا یہی ویدک دہرم کی تعلیم ہے۔ کیا اسی تعلیم پر نازاں ہیں یہی وہ تعلیم ہے جسکے متعلق آپ کہا کرتے ہیں۔ کہ اس نے دنیا میں خدا پرستی پھیلائی انہی ویدوں کو معرفت الٰہی کا خزانہ بتلایا کرتے تھے۔ جو خدا کو بے علم تقوی سے خالی بتا رہے ہیں۔ افسوس صد افسوس۔ قرآن شریف جیسی پاک کتاب سے منہ موڑ کر ایسی کتابوں کو الہٰوری گیان بتلانے والو۔ آؤ اصل معرفت کے چشمہ صافی سے اپنی تشنگی کو بجھاؤ

فی الحال ہم ان دس سوالات پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ اور انکو آریہ سماج کے ممبر صاحبوں کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے نہایت ہی ادب سے عرض کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ حق کے جویاں ہیں انکے دلوں میں صداقت کیلئے تڑپ ہے۔ اور سچ کے قبول کرنے اور جھوٹ کو چھوڑنے کیلئے تیار و مستعد ہیں۔ تو ان مندرجہ بالا سوالات پر غور فرماویں۔ اگر وہ ان کا معقول و مدلل جواب دینے کی اپنے اندر طاقت و ہمت اور حوصلہ رکھتے ہوں۔ تو ہماری تسلی کر کے پانچصد روپیہ انعام لیں۔ اور برعکس اسکے اپنے آپ کو ان سوالات کے جواب دینے سے عاجز سمجھیں تو چاہیئے کہ وہ ایسی باتوں اور ایسی باتوں کی تعلیم

کتب و مذہب کے ذخیرہ یاد کہہ کے عقل و علم دلیل برہان کے موافق مذہب اسلام کو قبول کریں۔ اسمیں ان کا ہمارا اور ساری دنیا کا کلیان (فائدہ) ہے ؎

س مضمون کی پہلی جز کولمبس کو ہسپانیہ کا باشندہ اسلئے لکھا ہے کہ اس نے اپنی عزیز عمر کا کثیر حصہ وہیں بسر کیا۔ اور وہیں سے امداد حاصل کر کے اس نے وہ کام کیا جس سے اپنا نام کر گیا۔ مگر اس کی پیدائش جینوا (ملک اٹلی) میں ہوئی تھی ؎

نوٹ۔ اس انعام کے حاصل کرنے کی میعاد صرف ایک ماہ ایک ہفتہ ہے۔

فضل حسین از قادیان

فہرست ہائے رائے دہندگان

فہرست ہائے رائے دہندگان کی اشاعت اور ترمیم کے متعلق رائے دہندگان کی توجہ مفصلہ ذیل امور کی طرف دلائی جاتی ہے :۔

فہرست ہائے رائے دہندگان ۱۴ اگست ۱۹۲۷ء کو شائع کی جائینگی۔ اور ہر ایک ضلع کی فہرستیں اس ضلع کے صدر مقام میں خاص قانونگو انتخاب سے خریدی جا سکتی ہیں جو اشخاص ایک ہی وقت ایسے حلقہ انتخاب کی فہرستیں خریدنا چاہتے ہیں۔ جس میں ایک سے زیادہ اضلاع شامل ہیں۔ تو وہ ایسے حلقہ انتخاب کی مجموعی فہرستیں بل کلرک دفتر صاحب ریفارم کمشنر پنجاب سول سکرٹریٹ لاہور سے خرید سکتے ہیں ؎

تاریخ اشاعت ہر ایک فہرست پر درج ہو گی۔ اور بموجب قواعد اس تاریخ سے اکیس دن کے اندر دعاوی اور عذرداریاں دائر ہو سکتی ہیں۔ پس ۴ ستمبر آخری تاریخ ہو گی جس پر ہر ایک شخص دعوے یا عذر کر سکتا ہے ؎

فہرست ہائے رائے دہندگان۔ تمام تحصیلوں منصفیوں ڈاکخانوں۔ پٹوارخانوں اور تھانوں میں چسپاں کی جائیں گی۔ اور اس کے علاوہ ڈپٹی کمشنر اور اعلیٰ حاکم دیوانی کی عدالتوں کے باہر بھی چسپاں ہوں گی۔ قصباتی فہرستیں دفتر میونسپل کمیٹی اور دیگر جگہوں میں بھی چسپاں ہونگی اور اسی طرح دیہاتی فہرستیں ڈسٹرکٹ بورڈ کے دفتر میں بھی ؎

ہر ایک شخص کو جس کا خیال ہے۔ کہ اس کو رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ چاہیئے کہ وہ اپنی سب سے قریب جگہ میں جہاں فہرست چسپاں ہے۔ جائے اور دیکھے کہ اس کا نام درج ہے یا نہیں۔ وہ دیکھے گا کہ یہ فہرستیں قوم وار حروف تہجی کے لحاظ سے مرتب کی گئی ہیں۔ اور اس کو اپنا نام معلوم کرنے میں کوئی دقت نہیں ہو گی۔ اور اسے یہ بھی چاہیئے۔ کہ دیکھے کہ کوئی ایسا شخص تو درج نہیں ہو گیا جس کو فی الحقیقت رائے دینے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اگر اسے یہ معلوم ہو کہ اس کا نام درج نہیں۔ اور درخواست اندراج دینی ضروری ہے۔ یا کسی دوسرے شخص کے نام کا اخراج کرانا ہے۔ تو اس کا مجوزہ نمونہ کے مطابق دعویٰ یا عذرداری کرنا چاہیئے۔ نمونہ مذکور کی نقل ان قواعد میں پائی جائیگی۔ جو ہر ایک فہرست رائے دہندگان کے ساتھ چسپاں ہیں۔

جو شخص عذرداری کرنی چاہے۔ تو وہ تحصیل یا بصورت قصباتی رقبہ کے کمیٹی کے دفتر میں اصالتاً یا بذریعہ مختار مجاز کر سکتا ہے ؎

بصورت عذرداری کے اس پر لازم ہو گا۔ کہ وہ کاغذات کے دو پرت داخل کرے۔ تاکہ ایک نقل اس شخص کو بھی جائے۔ جس کے نام کے اندراج پر اعتراض کیا گیا ہو وہ اپنا دعویٰ یا عذرداری دائر کرنے کے بعد اس کو اپنے گھر میں اس اعلان کا منتظر رہنا چاہیئے جو عوام کی اطلاع کے لئے جاری کیا جائے گا۔ اور جس سے یہ معلوم ہو گا۔ کہ اس علاقہ کے جس میں اس کا گھر ہے۔ دعاوی اور عذرات کس جگہ اور کس تاریخ پر سماعت کئے جائیں گے۔ اسے تاریخ متذکرہ بالا پر مقررہ جگہ پر جانا چاہیئے۔ اور اگر اس کے برخلاف عذرداری دائر کی گئی ہے۔ اور وہ اس کی تردید کرنا چاہتا ہے۔ تو اسے خود حاضر ہونا چاہیئے۔ اگر دعویدار یا اعتراض کنندہ حاضر نہیں ہو گا۔ یا مختار مجاز روانہ نہیں کرے گا۔ تو اس کا دعویٰ یا عذر خارج کیا جاویگا بصورت دیگر ریوائزنگ افسر (افسر ترمیم کنندہ) بعد سماعت فیصلہ کرے گا۔ دعویدار یا اعتراض کنندہ جو ریوائزنگ افسر کے پاس حاضر ہو گا۔ اس کو چاہیئے کہ تمام تحریری شہادت جس پر وہ انحصار کرتا ہے۔ یا جس کو وہ ضروری سمجھتا ہے اپنے ساتھ لائے۔ تحریری شہادت سب سے زیادہ اہم خیال کیجائیگی۔ اور ریوائزنگ افسر کوئی زبانی شہادت نہیں لے گا۔ تاوقتیکہ وہ اس کو ضروری نہ سمجھے۔ بموجب قواعد افسر مذکور کو اختیار ہے۔ کہ وہ ایسی زبانی شہادت لے۔ جو اس کے روبرو پیش کی جائے۔ اور جس کو وہ ضروری سمجھے ؎

پنجاب پبلسٹی کمیٹی لاہور

جامع مسجد میں ویدک پرارتھنا

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب اخبار الفضل السلام علیکم

براہ مہربانی ذیل کی چند سطور اپنے اخبار میں شائع کر دیں :۔

شہر بھیرہ کے مسلمانوں اور ہندوؤں کا متحدہ جلسہ خلافت آج یکم اگست کی صبح کو جامع مسجد میں منعقد ہوا جسمیں متعدد تقریروں کے ہو چکنے کے بعد خلافت کے قیام کیلئے دعائیں شروع ہوئیں۔ پہلے ایک مسلمان صاحب نے دعا کی پھر ایک آریہ سماجی صاحب جن کا نام لالہ جیوندا رام ہے اٹھے۔ اور انہوں نے مسجد میں باواز بلند اپنے ایشور پرماتما سے پرارتھنا شروع کی اور ویدوں کے منتر و شلوک خوب دل کھول کر کہے۔ ویدک پرارتھنا کے بعد انہوں نے اردو میں پرارتھنا کی جس کا ایک فقرہ یہ تھا "ہے ایشور پرماتما تم ایسے کام کیجئو۔ جس سے نہ تو تم کو تکلیف ہو۔ اور نہ ہمکو" اس فقرہ کو سن کر میرے دل پر سخت چوٹ لگی اور مسلمانوں کی بے غیرتی اور ایمانی کمزوری کو دیکھکر آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ سینکڑوں مسلمان موجود تھے مگر کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ ایک کافر کو ایسے بیہودہ کلمات سے جو کہ وہ اللہ کی ذات کے متعلق کر رہا تھا روکے سخت افسوس تو اس بات پر ہے۔ کہ مسجد میں جہاں کہ پانچ وقت لا الہ الا اللہ کے نعرے بلند ہونے چاہئیں ایسی ویدک پرارتھنا ہوتی رہی۔ اور مسلمان ہاں وہ مسلمان جن کا دعوٹی ہے۔ کہ ہم خلافت کی خاطر اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ ان میں سے کسی ایک فرد نے بھی اس کی بیہودہ سرائی کے برخلاف آواز بلند نہ کی۔ اگر مسلمانوں کا یہی جوش ایمانی اور غیرت اسلامی ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ چیختے چلاتے ملانے خلافت کے متعلق اتنا شور مچا ...

[illegible]

ممالکِ غیر کی خبریں

فرانس میں اسلامی انسٹی ٹیوٹ کی امداد فرانس کے ایوان مشاورت نے پیرس کی محمڈن انسٹی ٹیوٹ کے لئے نصف لاکھ فرانک کی امداد منظور کی ہے۔

شہنشاہ جاپان زندہ ہیں بعض انگریزی اخبارات میں ولایتی خبروں کی بنا پر لکھا گیا ہے۔ کہ شہنشاہ جاپان کا انتقال آج سے چھ ماہ قبل ماہ فروری میں ہو چکا ہے جس کا بعض مصالح کی بنا پر اعلان نہیں کیا گیا لیکن لندن کا ۲۹ - جولائی کا تار ہے۔ کہ ٹوکیو کی تار مظہر ہے۔ کہ سرکاری طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کہ شہنشاہ معظم جاپان کو صحت ہوتی جاتی ہے اور کوئی امر موجب تفکر نہیں +

ترکی وزارت میں تغیر تازہ اطلاع ہے۔ کہ احرار کے متعلق اختلافات کے باعث وزارت ترکی نے استعفاء دے دیا ہے اور وزیر اعظم نے ایک بالکل نئی وزارت مرتب کر لی ہے +

مسٹر مانٹیگو کی مخالفت ایک انگریزی اخبار کا خاص تار مظہر ہے۔ کہ برطانی پارلیمنٹ کے کسی ممبروں نے عرضداشت پر دستخط کئے تھے۔ جس کا مقصد یہ تھا۔ کہ وزیر ہند مستعفی ہو جائیں۔ لیکن سر ایڈورڈ کارسن کے اس پر دستخط نہ کرنے کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وزیر ہند کے خلاف جو تحریک ہو رہی تھی وہ رک گئی۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ وزیر اعظم برطانیہ کی خدمت میں دستخط کنندگان ایک وفد بھیجنا چاہتے ہیں۔ مگر وزیر اعظم اس وفد سے نہیں ملیں گے۔ یہ دستخط کنندگان جنرل ڈائر کے معاملہ میں وزیر ہند کی مخالفانہ روش سے ناراض ہیں۔ صاحب وزیر ہند نے کیمبرج میں تقریر کرتے ہوئے ہندوستان کی سلطنت کا ذکر کر کے بیان کیا ہے۔ کہ میں وزیر ہند ہونے کی حیثیت میں مشکلات سے گھبراتا نہیں۔ میرے تمام وہ رفیق جو [illegible] آف لارڈز سے نہیں۔ بلکہ دارالعوام سے اختیار یافتہ ہیں۔ میرے حامی ہیں اور میں جب تک ہندوستان اور سلطنت برطانیہ کی خدمت کر سکوں گا۔ اپنے اہم عہدہ کے فرائض کو سرانجام دیتا رہوں گا +

مشرق کی خطرناک حالت ایک انگریزی اخبار کا خاص نامہ نگار لنڈن سے بذریعہ تار اطلاع دیتا ہے۔ کہ مشرق میں حالات خوفناک صورت اختیار کر رہے ہیں۔ اس لئے تمام وہ افسر جو ہندوستان یا مصر سے رخصت پر ولایت گئے ہوئے تھے۔ واپس بلائے گئے ہیں۔ نامہ نگار مذکور کو یہ خبر معتبر ذرائع سے ملی ہے •

انگلستان میں فوجی پنشن خوار جنگ یورپ میں زخمی ہونے کے باعث سترہ لاکھ برطانی فوجی پنشن حاصل کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ اٹھارہ لاکھ عورتیں یا دیگر لوگ ہیں۔ جو پنشن پا رہے ہیں۔ گویا کل ۳۵ لاکھ اشخاص پنشن حاصل کر رہے ہیں۔ ان پنشنوں پر برطانیہ کا گیارہ کروڑ باون لاکھ گیارہ ہزار پونڈ سالانہ خرچ ہوتا ہے +

آئرلینڈ کے تارکان وطن ایک انگریزی اخبار کو لنڈن کے سرکاری حلقوں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ پچھلے چند مہینوں میں آئرلینڈ سے چھ ہزار وفادار رعایا کو ملک چھوڑنے کی اجازت عطا کی گئی ہے یہ لوگ آئرلینڈ کی موجودہ بدامنی سے تنگ آکر ملک چھوڑ گئے ہیں۔

مسٹر محمد علی کی پاپائے روم سے ملاقات مسٹر محمد علی نے روما سے تار دیا ہے کہ پوپ صاحب نے نہایت ہمدردی اور عزت سے میرے ساتھ ملاقات کی۔ میں بین الاقوامی مجلس میں شریک ہونے کے لئے جینوا جا رہا ہوں •

مسلمان یونانیوں کے ماتحت خوش ہیں مفتی اسلام نے ایک مکالمہ کے دوران میں ریوٹر سے اس طریق عمل کی تعریف کی جو یونانیوں نے مسلمانوں کے متعلق اختیار کیا اور کہا کہ وہ ہندوستانی مسلمانوں کے نام ایک اعلان شائع کر رہے ہیں جس میں ان کو یقین دلایا گیا ہے۔ کہ ان کے ہم مذہب یونانی حکومت کے ماتحت خوشحال اور محفوظ ہیں •

شام کی حالت بیروت کی ۳ - اگست کی تار مظہر ہے۔ کہ شام کی حالت بہت اچھی ہے۔ حلب کے مقام پر فرانسیسیوں کا نہایت گرمجوشی سے خیر مقدم کیا گیا۔ انہوں نے حمص اور حماۃ پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ اور اب تمام ریلوے پر قابض ہو چکے ہیں۔ دمشق میں امن وسکون ہے۔ اکثر قبائل کے

ہندوستان کی خبریں

مسٹر ظفر علی کی پنشن بند یہ خبر پہلے شائع ہو چکی ہے۔ کہ مسٹر ظفر علی اور ان کے بیٹے کو جو آٹھ سو روپیہ دکن سے ملتا تھا۔ بوجہ ان کے کام میں سستی کرنے اور سیاسی معاملات میں دخل دینے کے حضور نظام نے اپنے خاص حکم کے ذریعہ بند فرما دیا۔ مگر اب تازہ خبر ہے۔ کہ حضور نظام نے اپنے ایک تازہ حکم سے مسٹر مذکور کی پنشن بھی ضبط کر لی ہے +

مسٹر تلک کی وفات افسوس ہے کہ یکم اگست کو ۱۲ بجکر ۴۰ منٹ شب مسٹر تلک نے بمبئی میں انتقال کیا۔ اتوار کے روز جنازہ اٹھایا گیا۔ جس کے ساتھ باوجود بارش کے بیشمار مخلوق تھی۔ آخری دم تک مسٹر تلک کے ہوش وحواس برقرار رہے۔ علالت کے دوران میں آپ پالیٹکس پر زیادہ گفتگو نہیں کرتے تھے۔ بلکہ مذہبی امور پر بات چیت کرنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ آخری وقت میں ان کی زبان پر گیتا کا وہ شلوک تھا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

جب جب دنیا میں دھرم کا تنزل ہوتا ہے۔ تب ہی تب میں دھرم کی رکھشا کیلئے سنسار میں جنم لیتا ہوں +

یکم اگست کی ہڑتال اخبارات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یکم اگست کی ہڑتال کامیاب نہیں ہوئی۔ بعض جگہ ہندوؤں نے مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ لیکن بعض بالکل علیحدہ رہے۔ بعض مسلمانوں نے اپنی دکانوں کے سرٹیفکیٹ واپس کئے۔ اور ایک آدھ نے خطاب بھی ترک کیا ہے۔ لیکن یہ مثالیں آٹے میں نمک کے طور پر بھی نہیں +

مسٹر تلک کے پھول پونا کا ۴ - اگست کا تار راوی ہے کہ مسٹر تلک مرحوم کی خاکستر کو ان کے فرزند آج صبح بمبئی سے پونا لائے۔ ریلوے اسٹیشن پر ۲۰ ہزار آدمیوں کے قریب جمع تھے۔ جس صندوقچہ میں خاکستر تھی۔ وہ ایک پالکی میں رکھکر چھکڑے پر رکھا گیا۔ اور جلوس کو باجوں کے ساتھ مرحوم کے مکان کی طرف لے گئے۔ یہ مسافت چھ گھنٹوں میں طے ہوئی۔ پیرو مسٹر تلک کے ۱۰ روز کا ماتم منائیں گے۔ اور آئندہ شنبہ کے روز ان کی خاکستر کو ان کے اقارب گنگا میں ڈالنے کیلئے الہ آباد لائیں گے +

(باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر مالکان کیلئے شائع ہوا)